UNIVERSAL
LIBRARY

OU_226183

UNIVERSAL
LIBRARY

حسبنا کتاب اللہ

نصیحۃ الشیعۃ

شیعہ سنی کا دلچسپ مناظرہ

قرآنی شہادتیں حق کا فیصلہ

مطبوعہ

مطبع احسن المطابع مراد آباد باہتمام قاضی محمد فہیم الدین صاحب ۱۳۵۵ھ

التماس

اس مناظرہ کے ۲۰ صفحہ ماہوار اس مطبع سے شایع ہونگے اور اس سلسلہ مین تمام مسائل نزاعی کی بحث مفصل آجائیگی ۔ مدار بحث قرآن پر اور روایات کافی وغیرہ کتب احادیث شیعہ پر ہوگا ۔ جب مین اپنی بحث سے فارغ ہونگا تو انشاء اللہ اسی سلسلہ مین اون کتب شیعہ کا جواب لکھونگا جو اہل سنت کی مقابلہ مین لکھی گئی ہین ۔ میری آرزو ہی کہ استقصا وغیرہ مصنفات مولوی حامد حسن کا جواب بہی اس سلسلہ مین عام فہم بیان سے بحذف مسائل غیر ضروری بالکل لکھدیا جائے اگر اور علماے اہل سنت بہی مناظرہ شیعہ مین کچہہ تحریر فرمائینگے تو بشرائط ذیل اوس تحریر کو اونکے نام سے اسی سلسلہ مین چہاپ دونگا ۔ جن شرائط کی پابندی لازم کردہ یہ ہین ۔

(۱) **اول** یہ کہ تحریر اہل علم کی ہو عوام اس کو چہین قدم رکہین اہل علم مین سے بہی وہ حضرات اسطرف متوجہ ہون جنکی نظر کتب فریقین پر ہو ۔ (۲) **دوسرے** یہ کہ مطالب اون تحریرونکے تحفہ اثنا عشریہ اور ازالۃ الغین وغیرہ کتب مناظرہ سے ماخوذ نہون ۔ ان کتابونکے جن جن مطالب کو مین مناسب سمجہونگا خود ہی اس سلسلہ مین شایع کرونگا اور تحفہ سے کچہہ مطالب لکھے جائین تو شرط یہ ہو کہ تحفہ کے جواب جو شیعون کے طرف سے لکھے گئے ہین اونپر بہی نظر ہو اور اونہی کی بحث ہو (۳) **تیسرے** یہ کہ ایسے الفاظ اور مضامین کو ہرگز دخل نہو جو فحش ہون یا جن مین کسی کی توہین ہو جو قانوناً بہی ممنوع ہو بلکہ طرز بیان نہایت تہذیب کے ساتہہ ہو (۴) **چوتھے** یہ کہ عبارت عام فہم اردو ہو عربی عبارتون کا اردو مین ترجمہ ہو (۵) **پانچوین** اگر حضرات شیعہ کی طرف سے اون تحریرونپر کچہہ اعتراض ہو تو مین جواب کا ذمہ دار نہین ۔

جو حضرات اس مناظرہ کو دینی کام سمجہہ کر حسبۃً للہ اس کے سامان مین میری مدد کرینگے اونکو مین اپنا مربی اور سرپرست سمجہکر نہایت شکر گزاری کے ساتہہ اونکے حق مین دعاے خیر کرونگا جن سامانون کی ضرورت ہو وہ یہ ہین ۔ زر نقد سے اس امر خیر کی تائید کرنا ۔ شیعونکی کتابین حدیث تفسیر ۔ اصول ۔ کلام ۔ تاریخ ۔ اسماء رجال ۔ وغیرہ کی جو میسر آوین اونپر مجہکو مطلع فرمائیں اور اگر مین طلب کرون تو عنایت فرمانا ۔ اپنے احباب مین جہانتک ممکن ہو اس رسالہ تحفۃ الشیعہ کی تشہیر

نصیحۃ الشیعہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی انزل الفرقان المبین والصلوۃ علی رسولہ الذی ارسل رحمۃ للعالمین وعلی آلہ الطیبین الطاہرین وعلی الذین جاہدو معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم من الانصار والمہاجرین

امابعد بندۂ مسکین محمد احتشام الدین مرادابادی غفرہ اللہ الہادی اس رسالہ **نصیحۃ الشیعہ** کو بندگان خدا کی خدمت مین پیش کرتا ہی مجیب الدعوات سے دعا ہی کہ اسکو قبول فرماکر ذریعہ ہدایت بنادے حضرات اہل سنت سے امید ہی کہ میری محنت کی قدر فرماکر دعاے خیر سے یاد کرین حضرات شیعہ کی خدمت مین التماس ہی کہ تعصب سے قطع نظر کرکے انصاف کی نگاہ سے ملاحظہ فرمائین من یہد اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ہادی لہ۔

شیعون کی روایتین جو اس کتاب مین مذکور ہونگی وہ اکثر ایسی ہونگی جو کتب شیعہ مثل کافی وغیرہ سے مین نے بچشم خود دیکھ کر نقل کی ہین اونکو مین بلا واسطہ کتب شیعہ کے حوالے سے لکھونگا اور اگر کتب مطبوعہ سے نقل ہی تو صفحات کا پتہ بھی بتا دونگا۔ اور جو روائتین کتب مناظرہ مثل تحفہ یا ازالۃ العین سے نقل کرونگا انمین مین ان کتب مناظرہ کا

واسطہ ظاہر کرونگا۔ یہ بارِ عظیم جو مین نے اپنے سر پر لیا ہے ایسا مشکل کام ہے جو میرے حوصلے سے باہر ہے مگر اللہ کے فضل سے بہت کچھ امید ہے اور اُسیکی مدد پر بھروسا کر کے اب مین اصل مدعا شروع کرتا ہون۔ وہو حسبی ونعم الوکیل

سبب اسکی تالیف کا یہ ہوا کہ سبب اتفاق آجکل میری نظر بعض کتب احادیث شیعہ پر پڑی تو مجھکو سخت تعجب ہوا کہ حضرات شیعہ اس امر پر کیون نہین غور کرتے کہ اونکی رواتین نصوص قرآنی بلکہ شہادت عقل سلیم کے مخالف ہین باوجود دعوی غلو محبت اہلبیت کے اونھین کی روایتون سے بہت کچھ توہین اہل بیت کی لازم آتی ہے۔ میرا خیال یہ ہے کہ عوام شیعہ اپنی احادیث کے مطالب سے بیخبر ہین اونکے علمار مجتہدین عوام کی سمجھ سے اُن اسرار کو مخفی رکھتے ہین اس وجہ سے عوام کو انصاف کرنے اور حق کے سمجھنے کا موقع نہین ملتا۔

علمای شیعہ اس لئے چھپاتے ہین کہ اونکے ائمہ نے حد سے زیادہ دین کے چھپانے اور اُن اسرار کو مخفی رکھنے کی تاکید کی ہے۔ اصول[1] کافی مین سلیمان بن خالد سے روایت ہے

عن سلیمان بن خالد قال قال ابوعبداللہ[2] علیہ السلام یا سلیمان انکم علی دین من کتمہ اعزہ اللہ ومن اذاعہ اذلہ اللہ	کہا سلیمان نے کہ فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ ای سلیمان تم ایسے دین پر ہو کہ جو شخص اس دین کو چھپاویگا اللہ اُسکو عزت دیگا اور جو کوئی اس دین کو ظاہر کریگا اللہ اوسکو ذلت دے گا۔

دین حق کا چھپانا ثواب ہے اور ظاہر کرنا گناہ

---

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنو صفحہ ۴۸۵ [2] ابوعبداللہ کنیت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کی ہے ۱۲

اگر عوام ان اسرار پر مطلع ہو جاوین تو اون مین وہ خوش اعتقادی کہان ہے جو علما مین ہے وہ تو صاف کہہ بیٹھین گے کہ ایسے ایمہ کو سلام ہے جنکی بات کو قرار نہین وہ اپنے مخلصین شیعہ کو عمداً اختلاف مین ڈالتے تھے حالانکہ مخلصین شیعہ سے کچھ خوف بھی نہ تھا جو تقیہ کا احتمال ہو۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ امام باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام دونون کا یہ شیوہ تھا کہ اپنے مخلصین مین عمداً اختلاف ڈالتے تھے۔ دو مخالف قولون مین ایک حق ہوگا اور ایک ناحق بس ایک سے حق کہدیا اور دوسرے سے ناحق۔

دلفریبون نے کہی جس نے کی بات کہی + ایک سے دن کہا اور دوسرے سے رات کہی

حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ اپنے گروہ مین اختلاف ڈالدینا اور عمداً خلاف حق حکم دینا کیسا ہے درحقیقت ایمہ پر یہ سب افترا ہے ہرگز اونکی یہ شان نہ تھی کہ خلاف حق جواب دیتے یہ اونھین راویون کا کام ہے جنھون نے ایک سبز باغ کی طرح مذہب شیعہ کو تصنیف کیا اور ائمہ کرام کی طرف منسوب کر دیا۔

۵ **اگر عوام** پر یہ راز فاش ہو جاوے کہ روایات شیعہ مین یہ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم منافقین کے جنازون مین شریک ہو کر بظاہر نماز پڑھتے تھے مگر حقیقت مین اونکے لئے زیادت عذاب کی دعا مانگا کرتے تھے اور جناب امام حسین علیہ السلام کی بھی یہ عادت تھی کہ خوارج اور نواصب کے جنازون کی نمازین اسی طرح پڑھتے تھے کہ سب لوگ یہ سمجھتے تھے کہ انھون نے جنازہ کی نماز پڑھی اور وہ اونپر لعنت کرتے تھے

اور زیادت عذاب کی دعا مانگتے تھے۔

اس حالت کو معلوم کرنے کے بعد خواہ مخواہ عوام کو یہ شبہ پیدا ہو گا کہ یہ تو علانیہ دہوکا دینا ہی انبیاء اور ائمہ علیہم السلام کا تو یہ فرض ہی کہ جس جنازہ کی نماز اور دعای مغفرت جایز نہو اوسکی نماز مین ہرگز شریک نہون اور سب مسلمانون کو اوس جنازہ کی نماز پڑھنے سی منع کرین نہ یہ کہ اوسی مسلمانون پر تو یہ ظاہر کرین کہ نماز پڑھتے ہین اور وہان معاملہ برعکس ہو جلد اول فروع کافی[1] کی کتاب الجنائز مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہی کہ

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما مات عبد اللہ بن ابی بن سلول حضر النبی صلی اللہ علیہ وآلہ جنازتہ فقال عمر لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ یا رسول اللہ الم ینہک اللہ ان تقوم علی قبرہ فسکت فقال یا رسول اللہ الم ینہک اللہ ان تقوم علی قبرہ فقال لہ ویلک ما یدریک ما قلت انی قلت اللہم احش جوفہ نارا واملاء قبرہ نارا واصلہ نارا قال ابو عبد اللہ علیہ

جب عبد اللہ بن ابی بن سلول مر گیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ اوسکے جنازہ مین تشریف لائے اوسوقت عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کیا آپکو اللہ نے اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اسکا کچھ جواب نہ دیا پھر عمرؓ نے کہا کہ یا رسول اللہ کیا آپکو اللہ نے اسکی قبر پر کھڑے ہونے سے منع نہین کیا تو رسول اللہ صلعم نے فرمایا کہ تو کیا جانے مین نے کسطرح دعا کی مین نے یون دعا کی تھی کہ اے اللہ اسکی پیٹ مین آگ بھر دے اسکی قبر مین آگ بھر دے اسکو دوزخ مین پہنچا دے پھر امام جعفر صادق نے فرمایا کہ عمرؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ

---

[1] فروع کافی جلد اول کتاب الجنایز صہ ۹۹

السلام فابد امن رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ ماکان یکرہ	کا وہ راز ظاہر کردیا جسکے ظاہر ہونے کو وہ برا سمجھتے تھے۔

اس روایت سے ظاہر ہی کہ اس منافق کی نماز نہ پڑھنے کا حکم آچکا تھا باایں ہمہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے مسلمانون کو اُسکی نماز پڑھنے سے منع نفرمایا حالانکہ تبلیغ رسالت فرض تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے شریک ہونے سے اور مسلمان بھی اس جنازہ کی نماز مین شریک ہوئے اور چونکہ اورون کو یہ راز معلوم نہ تھا اس لئے سب نے دعائے مغفرت پڑھی ہوگی اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ مسلمانون کو اس غلطی مین ڈالنا یہ امر شان نبوت کے خلاف ہے یا نہین۔

اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ (معاذاللہ) رسول کا ظاہر اور تھا اور باطن اور تھا اور رسول بھی تقیہ کرتے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے اس فعل سے منافقون کو اپنے نفاق کی اور تائید ملی۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ عمرؓ کا ظاہر اور باطن ایک تھا اور وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کا بھی ظاہر و باطن ایک رہے۔ اونکو منافقون سے سخت عداوت تھی اونکے جنازہ کی نماز پڑھنا وہ پسند نہین کرتے تھے اور اللہ کے اس حکم سے بھی واقف تھے کہ منافقون کے جنازہ کی نماز جایز نہین۔

اصول کافی مین اسکے بعد ایک دوسری روایت مذکور ہے جسمین اسی قسم کا قصہ جناب امام حسین علیہ السلام سے منسوب کیا گیا ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا من المنافقین مات فخرج الحسین بن علی صلوات اللہ علیہما یمشی معہ فلقیہ مولی لہ فقال لہ الحسین علیہ السلام این تذھب یا فلان قال فقال لہ مولاہ افر من جنازۃ ھذا المنافق ان اصلی علیہا فقال لہ الحسین علیہ السلام انظر ان تقوم علی یمینی فما سمعتنی اقول فقل مثلہ فلما ان کبر علیہ ولیہ قال الحسین علیہ السلام اللہ اکبر اللھم العن فلانا عبدک الف لعنۃ مؤتلفۃ غیر مختلفۃ اللھم اخز عبدک فی عبادک وبلادک واصلہ حر نارک واذقہ اشد عذابک فانہ کان یتولی اعداءک

امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ منافقون مین سے ایک شخص مر گیا تو امام حسین علیہ السلام اوس کے جنازہ کے ساتھ چلے رستہ مین امام حسین علیہ السلام کا ایک غلام ملا امام حسین علیہ السلام نے اُس سے پوچھا کہ اے فلانے تو کہان جاتا ہے اُس نے کہا کہ مین اس منافق کے جنازہ کی نماز سے بھاگتا ہون امام حسین علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ تو میرے سیدھے ہاتھ پر کھڑا ہو جائیو اور میرا قول سنیو جو مین کہون وہی تو کہیو جب اُس میت کے ولی نے تکبیر کہی تو جناب امام حسینؑ نے اللہ اکبر کے بعد یون کہنا شروع کیا کہ اے اللہ اس اپنے بندے پر لعنت کر ہزار لعنتین جو ساتھ ساتھ ہون مختلف نہون اے اللہ اس اپنی بندے کو اپنے بندون مین اور شہرون مین ذلیل کر اپنی آگ کی سوزش مین اُسکو پہنچا اور اپنے عذاب کی سختی اُسکو چکھا بیشک وہ اُن مین سے تھا جو تیرے دشمنون سے دوستی رکھتے ہین

ولیعادی اولیائک و بغض اہل بیت نبیک کو اور تیرے نبی کی اہلبیت سے بغض رکھتے ہین۔
اب فرمائے کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے ایسے جنازہ کی نماز کیون پڑھی جسکے لئے
دعائے مغفرت جائز نہ تھی اور تمام مسلمانون کو غلطی مین ڈالا سب مسلمانون نے یہ جان
لیا ہوگا کہ اگر یہ شخص بددین ہوتا تو جناب امام حسین علیہ السلام اوسکی نماز کیون پڑھتے پس ضرور
گمان ہوا ہوگا کہ جو اوسکا دین تھا وہ برا دین نہ تھا اگر اوسکے لئے بددعا کرنے کا جوش
جناب امام کو اوٹھا تھا اور عالم الغیب قہار بغیر انکی دعا کے جو عذاب اوسپر نازل کرتا اوس سے
جناب امام کی تسکین نہین ہوتی تھی تو بغیر شراکت جنازہ کے بھی جتنی چاہتے اوتنی بد دعائین
کرلیتے اور جی بھر کر کوس لیتے۔

یہ بھی ظاہر ہے کہ یہ موقع تقیہ کا نہ تھا امام علیہ السلام اپنے قصد سے جنازہ کے
ساتھ تشریف لے گئے غلام کو بڑے اہتمام سے اسی کام مین شریک کرلیا حالانکہ وہ
اوس جنازہ سے بھاگتا تھا قطع نظر اسکے جناب امام حسین علیہ السلام تو کسی حالت مین تقیہ
نہین کرتے تھے۔

	ساتھ میت کی تو کرتے ہوئی افسوس گئے قبر پر پہنچے تو چپکے سے پیچھے کوس گئے	دیگر	نہ آنے دیجو اونھین لاش پر خدا کی لئے نماز پڑھنے کو آئین گے بد دعا کی لئے	

کافی کی اسی باب مین امام باقر علیہ السلام سے روایت ہی کہ امام زین العابدین علیہ السلام
نے بھی ایک ناصبہ عورت کے جنازہ کی اسی طرح نماز پڑھی تھی پھر ایک روایت ہی کہ امام جعفر
صادق علیہ السلام نے بھی خاندان بنی امیہ سے ایک عورت کے جنازہ کی اسیطرح

نماز پڑھی تھی ۵

حسرت نکالی لاش پہ بھی کوس کوس کے	دین بد دعائین خوب کلیجہ مسوس کے

اب ہم حضرات شیعہ سے انصاف چاہتے ہین کہ پیغمبر اور ائمہ علیہم السلام کا ایسے جنازہ کی جسکے لئے دعاے مغفرت جایز نہ ہو مسلمانون کے دکھانے کے لئے نماز پڑہنا اور باطن مین بد دعا کرنا اور مسلمانون کو ایسے شبہ مین ڈالنا جس سے وہ پیغمبر علیہ السلام یا ائمہ کو ایک بیدین کے جنازہ کی نماز پڑھتے دیکھ کر بیدین کو دیندار اور بیدینی کو دین سمجھ جاوین شان نبوت اور امامت کے منافی ہے یا نہین۔

۶ **عوام** پر اگر یہ راز کھل جائے کہ شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام موسی کاظم علیہ السلام نے اپنی جان کا فدیہ دیکر دنیاوی عذاب سے بچایا تو اُن کو عجیب خلجان ہوگا کہ یہ کیا معاملہ ہے چنانچہ اصول[۵۱] کافی مین روایت ہے کہ

(شیعون پر خدا کا قہر نازل ہونیوالا تھا امام موسیٰ کاظم نے اپنی جان دیکر بچایا)

عن ابی الحسن علیہ السلامؑ قال ان اللہ غضب علی الشیعۃ فخیرنی نفسی اوھم فوقیتھم واللہ بنفسی	امام موسی کاظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ غضبناک ہوا ہے شیعون پر اور مجھکو اختیار دیا ہے کہ یا تو مین اپنی جان دون یا وہ ہلاک ہو جاوین (یعنی ان دونون مین سے جو چاہون اختیار کرون) اب واللہ مین اپنی جان دیکر اون کو بچاتا ہون۔

---

[۵۱] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صـ۱۵۹

یہ وہی معاملہ ہے جیسا کہ نصاریٰ کے اعتقاد مین جناب مسیح علیہ السلام نے عیسائیون
کے گناہون کے کفارہ مین اپنی جان دیدی کرے کوئی اور بھرے کوئی۔

اس روایت مین دو لطیفے ہین ایک یہ کہ شیعون کی ایسی حالت تھی کہ اگرچہ دنیا مین
یہود و نصاریٰ اور مشرکین بھی موجود تھے مگر خدا کا قہر شیعون پر ہی نازل ہونے والا تھا
اور جب حضور ائمہ کے وقت یہ حالت تھی تو اب خدا جانے کیا نوبت ہے اگر امام کی جان نے
کفارہ بنکر دنیا مین نزول عذاب کو نہ روکا ہوتا تو ابتک خدا کے قہر سے سب ہلاک ہو گئے
ہوتے۔

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ جو گناہ شیعون نے کیے تھے اونکو امام معصوم کی جان عزیز
سے کیا تعلق اگر قوم اپنے امام کی ہدایت کو نہ مانے تو امام کا کیا قصور۔

اب حضرات شیعہ انصاف کرکے فرمائین کہ عیسائیون کے قول مین اور اس کفارہ مین
کیا فرق ہے۔

اے حضرات شیعہ اپنے متقدمین کی حالت کو دیکھو کہ اونپر امم سابقہ کی طرح دنیا
مین ہی خدا کا قہر نازل ہونے والا تھا امام کی جان گئی تب دنیاوی عذاب رکا مگر
آخرت کا معاملہ درپیش ہے۔

علمای شیعہ کو خوف ہی کہ کہین عوام پر یہ راز فاش نہ ہوجائے کہ ائمہ کی یہ
عادت تھی کہ غیب کی خبرین بطور پیشین گوئی کے بیان فرمایا کرتے تھے اور اونکے وقت
مقرر کردیا کرتے تھے جب وہ وقت گذر جاتا اور ان خبرون کا ظہور نہوتا تو ائمہ اپنی بات

ف ائمہ کی پیشین گوئیان غلط ہوجاتی تھین تو وہ کہدیتے تھے کہ خدا کی رای بدل گئی۔

بنانے کے لئے یہ فرمادیا کرتے تھے کہ ہم کیا کریں اللہ کی رائے پہلے وہی تھی جو ہم نے خبر دی تھی مگر بعد کو اللہ کی رائے بدل گئی اگر عوام یہ بھید پا جائیں تو امیہ تو درکنار خدا سے بداعتقاد ہو جائیں۔ اصول کافی[۵] مین ابو حمزۃ الثمالی سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ

عن ابی حمزۃ الثمالی قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول یا ثابت ان اللہ تبارک و تعالی قد کان وقت ھذا الامر فی السبعین فلما ان قتل الحسین صلوات اللہ علیہ اشتد غضب اللہ علی اھل الارض فاخرہ الی اربعین و مائۃ فحدثناکم فاذعتم الحدیث فکشفتم قناع الستر و لم یجعل اللہ بعد ذلک وقتا عندنا قال ابو حمزۃ فحدثت بذلک ابا عبد اللہ علیہ السلام فقال قد کان ذلک

مین نے سُنا کہ امام باقر علیہ السلام ثابت سے فرماتے تھے کہ اللہ نے یہ امر (یعنی ظہور مہدی) سنہ ستر ہجری مین پہلے سے مقرر کیا تھا مگر جب حسین علیہ السلام کو قتل کیا تو اللہ کا غصہ زمین والون پر بڑھ گیا اور اُس نے ظہور مہدی کے وقت کو ٹال دیا اور سنہ ایکسو چالیس مقرر کردئے یہ حدیث ہمنے تم سے بیان کی تم نے اس حدیث کو مشہور کردیا اور اس راز کا پردہ فاش کردیا تو اللہ نے سنہ ایکسو چالیس مین بھی ظہور مہدی کو ملتوی کردیا اور اب اللہ نے اوسکا کوئی وقت ہمارے لئے مقرر نہین کیا ابو حمزہ کہتا ہی کہ مین نے یہ حدیث امام جعفر صادق سے بیان کی اُنھون نے فرمایا کہ بیشک یہی ہوا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ اللہ کی رائے ہمیشہ پلٹا کھاتی ہی اور اس نے اپنی رائے

---

[۵] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صـ ۲۳۲

بدلکر ائمہ کی بات بھی بگاڑی قتل حسینؑ کی پہلے سے خدا کو خبر تھی مگر شاید اللہ کو پہلے سے یہ معلوم نہو گا کہ اس حادثہ کی وجہ سے اللہ کو غصہ آجاویگا اسیوجہ سے سن ستر مقرر کئے تھے مگر بعد ظہور اس حادثہ کے جب اللہ کو یکایک غضب آگیا اس ضد مین اللہ نے وہ وقت بدلدیا ایک سخت تعجب اس مقام پر یہ ہے کہ ظہور مہدی علیہ السلام شیعون کے حق مین باعث رحمت و کامیابی اور ظالمون کے حق مین موجب عقاب و ناکامی تھا بس خروج مہدیؑ جو ردکا گیا تو درحقیقت شیعون کے واسطے مصیبت بڑھائی گئی جو اونکے حق مین ایک قسم کا عذاب تھا پھر یہ کیسا غصہ ہے جس سے انھین کو نقصان پہنچا جو جناب امام حسین علیہ السلام کے طرفدار تھے شاید شدت غضب کی بے اختیاری مین دوست دشمن کا تمیز نہ رہا اور جب شیعی اللہ کی راے بدلنے اور ائمہ کی خبر غلط ہو جانے کے قائل ہو گئے تو کیا عجب ہے کہ حالت غضب کی بے اختیاری بھی اللہ کے واسطے تجویز کرلین۔

اور اگر اللہ پر احسان کرین اور ایسی بے اختیاری اوسکے واسطے جایز نہ رکھین تو دوسری مشکل پیش آوے گی اور وہ یہ ہے کہ اس شبہ کا کیا جواب ہے کہ قتل حسین کی وجہ سے شیعون پر اللہ کا غضب کیون ہوا اس لاحل شبہ کا جواب اسکے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بیشک اللہ کا علم ہی تھا کہ درحقیقت شیعون کو قتل حسینؑ مین کچھ دخل ہے اس لئے کہ جنھون نے امام علیہ السلام کو خط لکھے تھے اور کوفہ مین بلایا تھا اور مسلم بن عقیل رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر نہایت خلوص و اعتقاد کے ساتھ امام کی بیعت کی تھی اونکے شیعہ ہونے

مین کیا شبہ تھا مگر جب ابن زیاد کی قوت غالب ہوگئی تو تقیہ کا وقت آگیا اسی مجبوری مین مسلمؓ اور اونکے معصوم بچون پر گذری جو کچھ گذری۔

امن و امان کے رستے جب بند ہوگئے	جو شیعہ تھے تقیہ کے پابند ہوگئے

ائمہ نے نا اہلون سے حدیث کیون بیان کی جنھون نے مشہور کردی اور اہل نا اہل مین اونکو تمیز کیون نہ ہوئی۔

۸ مذہب شیعہ مین بلا ضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا تقیہ اور سنت انبیاء ہے

عوام سے یہ چھپانا بھی مصلحت ہے کہ مذہب شیعہ مین بلا ضرورت کسی فائدہ کے لئے جھوٹ بولنا بھی تقیہ اور سنتِ انبیاء ہے۔ چنانچہ اصول[1] کافی کی کتاب الایمان والکفر مین باب تقیہ مین مذکور ہے کہ

قال ابو عبد اللہ علیہ السلام التقیۃ من دین اللہ قلت من دین اللہ قال ای واللہ من دین اللہ ولقد قال یوسف ایتہا العیر انکم لسارقون واللہ ما کانوا سرقوا شیئا	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے تقیہ امور دین اللہ مین سے ہے (راوی کہتا ہے) کہ مین نے پوچھا کہ کیا تقیہ دین کے کامون سے ہے تو امام نے کہا کہ ہان خدا کی قسم دین کا کام ہے اور بیشک یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ (اے قافلہ والو بیشک تم چور ہو) واللہ اونھون نے کچھ چرایا نہ تھا۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ کسی مصلحت دنیاوی سے جھوٹ بولدینا بھی تقیہ ہے نہ تقیہ کے واسطے مصلحت دینی شرط ہے نہ حالتِ خوف اسلئے کہ حضرت یوسفؑ نے خود ہی اپنے بھائی کے اسباب مین پیالہ رکھدیا اور اُنکو چور بتایا نہ یہ امرِ دین تھا نہ حالتِ خوف۔ امام جعفر صادق علیہ السلام نے اسی کو تقیہ فرمایا اور چونکہ تقیہ منجملہ دین اللہ ہے بس جھوٹ بولنا بھی دین کا کام ہوا۔ نعوذ باللہ منہا

کیا جو جھوٹ کا شکوہ تو یہ جواب ملا	تقیہ ہمنے کیا تھا ہمین ثواب ملا

[1] اصول کافی صفحہ ۴۸۳

یہ آیت سورۂ یوسف مین ہی قصہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سب بھائی غلہ لیکر مصر سے رخصت ہوتے اور حضرت یوسفؑ کو یہ منظور تھا کہ کسیطرح اپنے حقیقی بھائی بنیامین کو روک لین مگر حضرت یوسفؑ کے دس بھائی جو اور تھے وہ بنیامین کو چھوڑنے پر کسی طرح راضی نہ ہوتے اس لیئے کہ حضرت یعقوبؑ سے عہد کرکے لائے تھے کہ بنیامین کو ضرور ساتھ لاوینگے پس حضرت یوسف نے بنیامین کو روکنے کی تدبیر یہ کی کہ ایک قیمتی ظرف بنیامین کے اسباب مین اسطرح باندھ دیا کہ کسی کو خبر نہ ہوئی ممکن ہے کہ اس سے حضرت یوسفؑ کی یہ غرض ہو کہ بنیامین جب اس ظرف کو اپنے اسباب مین دیکھین گے تو اُس کے واپس کرنے کے لیے پھر یہان آئینگے اُس وقت اونکو روک لینے کا موقع ہوگا جب وہ قافلہ چلا گیا ہوا اور خادمون نے اُس ظرف کو موجود نہ پایا ہو تو شاید اُس قافلہ والون پر شبہ کیا اس لئے ایک خادم چیختا ہوا دوڑا چنانچہ اللہ فرماتا ہے۔

ثم اذن موذن ایتھا العیر انکم لسارقون کر پھر پکارا ایک پکارنیوالا کہ ای قافلہ والو کیا تم چور ہو اس آیت سے ظاہر ہی کہ حضرت یوسف نے اُنکو چور نہین کہا بلکہ کسی اور نے کہا تھا اور اُس نے بھی شاید بطور استفہام کہا ہو امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو یہ فرمادیا کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیون سے (انکم لسارقون) کہا تھا یہ ظاہر قرآن کے خلاف ہی اور پیغمبر معصوم پر یہ الزام لگانا ہے کہ اونھون نے بے وجہ ایک دنیاوی غرض کے لیئے جھوٹ بولا اور جھوٹ بھی ایسا سخت کہ بیگناہون پر

چوری کا الزام لگایا اسی کو امام نے تقیہ فرمایا جو موجب ثواب ہی اور اسی کا نتیجہ یہ نکلیگا کہ دنیاوی غرض کے لیے جھوٹ بولنا تقیہ ہے اور ثواب ہی اور سنت انبیاء ہی۔

اسکے بعد کا قصہ جو قرآن سی ظاہر ہوتا ہی وہ یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کے سامنے یہ معاملہ پیش ہوا تو اُنھون نے فوراً اپنے سوتیلے بھائیون کا اسباب دیکھا اور اس طریقہ سے اُنکی بیگناہی ظاہر کردی البتہ اپنے حقیقی بھائی کی برارت کو دوسرے وقت پر موقوف رکھا اس لئے کہ اُنکا بھائی اس تاخیر برارت پر راضی تھا علاوہ اسکے جو برارت بعد کو ہوئی وہ اکمل تھی۔ قطع نظر اسکے الزام بطور شبہ کے تھا نہ یقینی طور پر۔ اور ممکن ہی کہ بحکم وحی یہ تاخیر کی ہو۔ بہرحال قرآن سے حضرت یوسفؑ پر جھوٹ بولنے کا الزام نہین ثابت ہوتا۔

شیعون کے نزدیک حضرت یوسف کی ذات سے نور نبوت کا جاتا رہنا

شاید شیعون کے نزدیک حضرت یوسف علیہ السلام کی قدر اسوجہ سے کم ہی کہ اونکی روایتون سے معلوم ہوتا ہے کہ آخر مین نورِ نبوت اُنکی ذات سے نکلگیا تھا۔ اور آیندہ کو بھی اونکی اولاد مین نبوت کا سلسلہ گُم ہوگیا تھا۔ چنانچہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۱] مین لکھا ہی۔

"و بحدیث سند معتبر از حضرت صادق علیہ السلام منقول است کہ چون یوسف علیہ السلام باستقبال حضرت یعقوب علیہ السلام بیرون آمد و یکدیگر را ملاقات کردند یعقوب پیادہ شد و یوسف را شوکت بادشاہی مانع شد و پیادہ نشد

---

[۱] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۷۴

وہنوز از معانقہ فارغ نشدہ بودند کہ جبرئیل بر حضرت یوسف نازل شد و
خطاب مقرون بعتاب از جانب رب الارباب آورد کہ اے یوسف خداوند
عالمیان میفرماید کہ ملک و بادشاہی ترا مانع شد کہ پیادہ شوی براے
بندۂ شایستہ صدیق من دست خود را بگشا چون دست را کشود از کف دستش
و بروایت از میان انگشتانش نورے بیرون رفت یوسف گفت این چہ
نور بود اے جبرئیل گفت نور پیغمبری بود و از صلب تو پیغمبر ہم نخواہد رسید
بعقوبت آنچہ کردی نسبت بیعقوب کہ براے او پیادہ نشدی"

اس روایت مین جب مُلّا باقر مجلسی کو یہ مشکل نظر آئی کہ جب انبیاء کی عصمت کا اعتبار نرہا تو ائمہ معصومین کی عصمت کا کیا اعتبار ہوگا اس لئے مُلّا صاحب نے اس مشکل سے بچنے کے لئے بڑی سہل ترکیب سوچ لی اور یون لکھدیا۔

"مولف گوید کہ بعضی این احادیث را بر تقیہ حمل کردہ اند چون این در طریقہ عامہ منقولست"

اسکا حاصل یہ ہوا کہ اکثر مجتہدین شیعہ تو اس روایت کو سچا مانتے ہین مگر بعض مجتہدین شیعہ کا یہ قول ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے یہ روایت سچی نہین بیان کی بلکہ کسی مصلحت سے جھوٹ بولا ہے۔ اور قرینہ اس جھوٹ بولنے کا یہ نکالا گیا ہے کہ یہ روایت بطریقہ عامہ بھی منقول ہے۔ عامہ سے اہل سنت مراد ہین۔ مطلب یہ ہوا کہ امام کا یہ قول اس وجہ سے جھوٹا ہے کہ اہل سنت کی مطابق ہے۔ حالانکہ یہ ملا صاحب کا محض افترا ہے کہ اہل سنت کی طرف بھی اس روایت کو منسوب کیا۔

ائمہ کے اقوال مین تقیہ کا احتمال ایسا جاری ہی کہ اب اونکا کوئی قول قابلِ اعتبار نہ رہا جس قول کو چاہا مانا اور جو قول پسند نہ آیا اوسکو یہ کہدیا کہ کسی مصلحت سے امام نے جھوٹ بولا ہے۔

مین نے حیات القلوب کی پہلی جلد کو کہین کہین بنظرِ سرسری دیکھا ہی۔ اس سرسری نظر مین بیسیون روائتین ایسی نظر پڑین جو ائمہ سے منقول ہین اور تقیہ پر محمول ہین۔ جب ایک کتاب مین ایسی روائتین اتنی ملین تو شیعونکی سب کتابون مین سیکڑون روائتین ایسی ہونگی جو باحتمالِ تقیہ جھوٹی سمجھی گئین۔ اوراس سے یہ ثابت ہوتاہی کہ ائمہ کی زبان پر ہمیشہ جھوٹی باتین جاری رہا کرتی تھین معاذاللہ منہا۔ ہرگز ائمہ کی ایسی شان نہ تھی جیسی کہ علمای شیعہ نے بنا دی۔ جیسی عصمت علمای شیعہ ائمہ کے لئے ثابت کرتے ہین ایسی عصمت ہرشخص اپنے لئے ثابت کرسکتا ہی۔ جو سچ بولا وہ مقتضائے عصمت تھا اور جو جھوٹ بولا وہ مقتضائی تقیہ کسی طرح عصمت مین خلل نہین آتا۔

عوام پراس راز کا ظاہر ہونا بھی خلافِ مصلحت ہی کہ صبح کو آسمان سے یہ اواز آتی ہی کہ علیؓ اوراُن کے گروہ والے مراد پانے والے ہین اور شام کو آسمان سے یہ آواز آتی ہے کہ عثمانؓ اور اونکے گروہ والے مراد پانے والے ہین چنانچہ کلینی نے کتاب[۵] الروضہ مین روایت کی ہے۔ 9

عن محمد بن علی الحلبی قال سمعت اباعبداللہ | محمد بن علی الحلبی کہتا ہی کہ مین نے امام جعفر صادق

---

[۵] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ صہ ۱۴۶

علیہ السلام یقول اختلاف بنی العباس من المحتوم والنداء من المحتوم وخروج القایم من المحتوم قلت وکیف النداء قال ینادی مناد من السماء اول النہار الا ان علی علیہ السلام وشیعتہ ھم الفائزون قال وینادی مناد اٰخر النہار الا ان عثمان وشیعتہ ھم الفائزون	علیہ السلام سے سنا کہ وہ فرماتے تھے کہ بنی عباس مین اختلاف پڑنا بھی یقینی ہے اور ندا بھی یقینی ہی اور مہدی کا خروج بھی یقینی ہی مین نے پوچھا کہ ندا کسطرح ہوتی ہی تو اوھون نے فرمایا کہ اول نہار مین ایک منادی آسمان سے ندا کرتا ہی کہ آگاہ ہوجاؤ کہ علی علیہ السلام اور اونکے گروہ والے مراد کو پہونچین گے پھر فرمایا اور شام کے وقت ایک منادی ندا کرتا ہی کہ آگاہ ہوجاؤ کہ عثمان اور اونکے گروہ والے مراد کو پہنچین گے۔

اس روایت سے معلوم ہوگیا کہ منادی غیب جسطرح حضرت علیؓ اور اُنکے ساتھیون کے مناقب بیان کرتا ہی اوسی طرح حضرت عثمانؓ اور اونکے ساتھیون کے بھی مناقب بیان کرتا ہے۔ ؎

ہی ابھی دونون طرف باقی لگاوٹ یار کی
صبح کو تعریف میری شام کو اغیار کی

یہ روایت تقیہ پر بھی محمول نہین ہوسکتی اسلئے کہ محتوم کے لفظ سے موکد ہی جسکے معنی یقینی اور قطعی کے ہین اسکے علاوہ اگر تقیہ ہوتا تو اختلاف بنی عباس اور قایم آل محمد کا ذکر نہ ہوتا۔ اب حضرات شیعہ یقین کرلین کہ مراد پانے والے وہی لوگ ہین جو دونون کی تعظیم کرتے ہین اور جو شخص ان دونون مین سے کسی سے دور اعتقادی رکھتا ہے وہ

نامرادہے۔

10 **عوام** یہ سنکر بھی متحیر ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ پایا جاتا ہی کہ نکاح کے لئے نہ ایجاب و قبول بصیغہ نکاح شرط ہی نہ نیت نکاح شرط ہی اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد راضی ہو جائین تو وہ بھی زنا نہین بلکہ نکاح ہی۔ فروع[۱] کافی کی کتاب النکاح مین عبدالرحمن ابن کثیر نے امام جعفر صادق ع سے روایت کی ہی کہ

اگر تنہائی مین بہ نیت زنا بھی عورت و مرد راضی ہو جائین تو شیعون کے مذہب مین نکاح ہو جاتا ہی

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال جاءت امرءۃ الی عمر فقالت انی زنیت فطہرنی فامر بہا ان ترجم فاخبر بذلک امیر المومنین صلوات اللہ علیہ فقال کیف زنیت فقالت مررت بالبادیۃ فاصابنی عطش شدید فاستقیت اعرابیا فابی ان یسقینی الا ان امکنہ من نفسی فلما اجہدنی العطش وخفت علی نفسی سقانی فامکنتہ من نفسی فقال امیر المومنین علیہ السلام تزویج ورب الکعبۃ

امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ عمر رض کے پاس ایک عورت آئی اور اُس نے کہا کہ مجھسے زنا سرزد ہو گیا تم اس گناہ سے مجھکو پاک کردو عمر رض نے اُس کو سنگسار کرنے کا حکم دیا امیر المومنین علیہ السلام کو اس قصہ کی خبر ہوئی تو اونھون نے پوچھا کہ تو کس طرح زنا مین مبتلا ہوئی اُس نے کہا کہ مین جنگل مین گئی تھی وہان مجھکو سخت تشنگی واقع ہوئی مین نے ایک گانوَن والے سے پانی مانگا اُس نے کہا کہ جب تک تو مجھسے راضی نہ ہو جاتے اُسوقت تک پانی نہ دونگا جب مجھکو اپنی جان کا خوف ہوا تو اُس نے مجھے پانی پلا دیا اور مین اوسکی خواہش پر راضی ہو گئی یہ سُنکر امیر المومنین علیہ السلام نے فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم ہی یہ تو نکاح ہی۔

[۱] فروع کافی جلد ثانی مطبوعہ لکھنؤ کتاب النکاح صفحہ ۱۹۱

یہ مسئلہ تو متعہ سے بھی بڑھ گیا متعہ مین ایک مدت معین تک معاہدہ تو ہوتا تھا اسمین کسی قسم کا معاہدہ نہین اور اس روایت کے مطابق فساق جو زنانِ بازاری سے زنا کرتے ہین سب جائز۔ ع

منظور ہے کہ سیم تنون کا وصال ہو
مذہب وہ چاہئے کہ زنا بھی حلال ہو

اگر عوام کو یہ خبر ہوجائے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے امام ابوحنیفہؓ کی اونکے سامنے بہت تعریف کی اور جب ابوحنیفہؒ اونکی مجلس سے اوٹھ گئے تو برائی کی تو خواہ مخواہ عوام کو امام کی طرف سے بدگمانی ہوگی کہ ایسی حرکت تو عوام کو بھی جائز نہین نہ کہ امام کو۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ہے۔

عن محمد بن مسلم قال دخلت علی ابی عبد اللہ علیہ السلام و عندہ ابوحنیفۃ فقلت لہ جعلت فداک رأیت رویا عجیبۃ فقال یا ابن مسلم ھاتھا فان العالم بھا جالس و اومی بیدہ الی ابوحنیفۃ فقلت رأیت کانی	محمد بن مسلم سے روایت ہے وہ کہتے ہین کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس گیا اور اونکے پاس ابوحنیفہؒ تھے مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہوجاؤن مین نے ایک عجیب خواب دیکھی ہے امام نے کہا اے ابن مسلم بیان کر اس لئے کہ تعبیر کے عالم بیٹھے ہوئے ہین اور اپنے ہاتھ سے ابوحنیفہؓ کی طرف اشارہ کیا راوی کہتا ہے کہ مین نے کہا کہ مین نے

[illegible]

[1] کافی کی کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ ص ۱۳۷

دخلت داری واذا اهلی
قد خرجت علیّ فکسرت جوزا
کثیرا ونثرته علیّ فتعجبت
من هذه الرویا فقال
ابوحنیفه انت رجل تخاصم
وتجادل لیاما فی مواریث اهلک
فبعد نصب شدید تنال
حاجتک منها انشاء الله
فقال ابو عبد الله علیه السلام
اصبت والله یا اباحنیفه قال
ثم خرج ابوحنیفه من عنده
فقلت له جعلت فداک انی
کرهت تعبیر هذا الناصب
فقال یا ابن مسلم لا یسوءک الله فما
یواطی تعبیرهم تعبیرنا ولا تعبیرنا تعبیرهم
ولیس التعبیر کما عبره قال فقلت له
جعلت فداک فقولک اصبت

یہ دیکھا ہی کہ گویا مین اپنے گھر مین گیا ہون اور میری
بی بی میری طرف آئی اور اُس نے کچھ اخروٹ توڑی
اور مجھپر پھینکدے مجھکو اس خواب سے تعجب ہی ابوحنیفہ
نے کہا کہ تجھکو اپنی بی بی کی میراث کی بابت شوم آدمیون
سے خصومت اور لڑائی کرنا پڑے گی اور بہت سی مشقت
کے بعد انشاء اللہ تیری حاجت پوری ہوگی۔ یہ سُنکر
امام علیہ السلام نے فرمایا (اصبت واللہ یا اباحنیفہ)
یعنی خدا کی قسم بہت ٹھیک جواب دیا تم نے ای ابوحنیفہ
راوی کہتا ہی پھر ابوحنیفہ اونکے پاس سی چلے گئے تو
مین نے امام سے کہا کہ مین آپ پر قربان ہو جاؤن
مجھکو اس ناصبی کی تعبیر ناپسند ہی تو امام نے کہا کہ اے
ابن مسلم ان لوگون کی تعبیر ہماری تعبیر سے مطابق
نہین ہوتی اور نہ ہماری تعبیر انکی تعبیر سے مطابق ہو
ابوحنیفہ نے جو تعبیر بیان کی ہی وہ ٹھیک نہین ہی راوی
کہتا ہی کہ تب تو مین نے امام سے یہ کہا کہ آپ نے تو اوسے
کہا تھا کہ تم نے صحیح جواب دیا اور سپر قسم کھائی تھی حالانکہ
اوُنھون نے تعبیر مین خطا کی تھی امام نے کہا کہ ہان

علیہ وھو مخطی قال نعم } مین نے قسم اس بات پر کھائی تھی (انہ اصاب
حلفت علیہ انہ اصاب الخطاء } الخطاء) یعنی وہ غلطی پر پہنچ گئے۔

میرے آگے مری تعظیم ہے تعریف بھی ہے
پیچھے بد کیون نہ کہین غیر کی تالیف بھی ہے

اب حضرات شیعہ انصاف فرماؤ کہ تمھارے راویون نے کیسی کیسی باتین امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کر دین امام کے تقدس کو غور کرو کیا اونکی یہ حالت تھی کہ سامنے کچھ اور پیچھے کچھ۔ امام ابو حنیفہؒ مین بجز علم کے اور قوت کیا تھی جسکی وجہ سے امام جعفر صادق علیہ السلام تقیہ کرتے قطع نظر اسکے تقیہ کا کوئی موقع نہ تھا ابن مسلم نے خواب کی تعبیر امام سے پوچھی تھی اسکو خود ہی جواب دیدیتے اسمین کسی مضرت کا خوف نہ تھا امام جعفر صادقؑ نے عمدًا امام ابو حنیفہؒ کی طرف ابن مسلم کو متوجہ کیا اور امام ابو حنیفہؒ کو عالم بتایا اور جو تعبیر امام ابو حنیفہؒ نے بیان کی اوسکو قسم کھا کر صحیح اور صواب کہا اور جب امام ابو حنیفہؒ اوٹھ گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہا۔ آخر ابن مسلم نے خود ہی امام پر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھا کر کہہ چکے ہین کہ تعبیر صحیح بیان کی اور اب جو وہ چلے گئے تو اونکی تعبیر کو غلط کہتے ہو۔ اس اعتراض کے جواب مین جب امام سے کچھ نہ بن پڑا تو اپنی قسم کی نہایت عجیب تاویل کی۔

افسوس کہ امام معصوم پر ایسی تہمتین اوسی قوم نے لگائین جو حد سے زیادہ اونکی محبت مین غلو رکھتے تھے۔ اب فرمائیے کہ امام کی کس بات کو سچ کہین اُن کی

قسم بھی تو قابل اعتبار نہی۔

شاید امام صادق علیہ السلام ابن مسلم سے تقیہ کرتے ہونگے پہلے اس امر کا خیال نہ رہا اس لئے امام ابو حنیفہ کی تعریف کی اور اُنکی تعبیر کو بھی صحیح کہا جسکو قسم سے بھی موکد کیا اسکے بعد امام کو یہ خیال ہوا کہ ابن مسلم کے سامنے امام ابو حنیفہ کی تعریف خلاف مصلحت ہی اسلئے اسکے بعد جو گفتگو کی وہ بطور تقیہ کے تھی اور قرینہ اسکا ابن مسلم کی یہ گستاخی ہے کہ امام کا ذرا بھی ادب نہ کیا اور اونکے سامنے اونپر اعتراض کیا کہ ابھی تو آپ قسم کھا کر ابو حنیفہ کی تعبیر کو سچا کہہ چکے ہین اور اب غلط کہتے ہین۔

١٢ **عوام** یہ سنکر بھی شبہ مین پڑینگے کہ ائمہ علم نجوم کو بھی سچا بتاتے تھی اور اس بات کے بھی قائل تھے کہ نجوم کے حساب سے غیب کی خبرین معلوم ہو جاتی ہین اور ستارون کی سعادت اور نحوست کے بھی قایل تھے اور اپنے سوا ہندوستان کے جوتشی پنڈتون کو بھی اس فن مین بڑا کامل جانتے تھے۔ کلینی نے کتاب الروضہ[1] مین معلی بن خنیس سے روایت کی ہی کہ

ائمہ خود بھی نجومی تھے اور پنڈتون کے نجوم کو بھی حق بتاتے تھے

عن معلی بن خنیس قال سالت ابا عبد اللہ ع عن النجوم حق هی فقال نعم ان اللہ عز وجل بعث المشتری الی الارض فی صورة رجل فاخذ رجلا من العجم فعلمہ النجوم حتی ظن انه قد بلغ	مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ نجوم حق ہی اونھون نے کہا کہ ہان حق ہی اللہ نے مشتری ستارے کو آدمی کی صورت بنا کر زمین پر بھیجا تھا اُس نے عجم کے ایک شخص کو شاگرد بنایا اور نجوم سکھایا جب مشتری کو یہ گمان ہوا کہ یہ شخص نجوم سیکھ

[1] فروع کافی جلد ثالث کتاب الروضہ ص ۱۵۳

ثم قال له انظر این المشتری فقال
ما اراه فی الفلک وما ادری این هو
قال فنحاه واخذ بید رجل من
الهند فعلمه حتی ظن انه
قد بلغ فقال انظر الی
المشتری این هو فقال
ان حسابی لیدل علی
انک انت المشتری
قال فشهق شهقة
فمات وورث علمه
اهله فالعلم هناک

کامل ہوگیا تو اس سے پوچھا کہ بتا مشتری کہاں ہی تو اس نے کہا کہ مین اسکو آسمان پر نہین دیکھتا اور یہ مین نہین جانتا کہ وہ کہان ہے امام نے فرمایا کہ یہ سنکر مشتری نے اوسکو جدا کردیا اور ہند کے ایک شخص کا ہاتھ پکڑا اور اسکو نجوم سکھایا جب مشتری نے جان لیا کہ وہ اس فن مین کامل ہوگیا تو اوس سے پوچھا کہ مشتری کو دیکھ کہ اسوقت وہ کہان ہی اس نے کہا کہ میرا حساب یہ بتاتا ہی کہ تو مشتری ہی یہ سنکر مشتری نے ایک نعرہ مارا اور مرگیا اسکے بعد اس ہندی نے جس نے علم سیکھ لیا تھا اپنے خاندان کو اس علم کا وارث بنایا پس یہ علم اوسی ملک مین ہی۔

اس کے بعد اسی کتاب مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے ایک دوسری روایت ہی

عن ابی عبد الله علیه السلام
قال سئل عن النجوم فقال
لا یعلمها الا اهل بیت
من العرب واهل بیت من الهند

کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سی منقول ہی کہ اون سے کسی نے نجوم کی حقیقت پوچھی تو اوھون نے فرمایا کہ نجوم کو کوئی نہین جانتا مگر ایک خاندان عرب کا اور ایک خاندان ہند کا۔

اور کتاب الروضہ مین[1] حمران سے روایت ہے کہ

[1] فروع کافی جلد ۳ مطبوعہ لکھنو کتاب الروضہ صفحہ ۱۳۰

قال من سافر او تزوج والقمر فی العقرب لم یر الحسنیٰ	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے کہ جس نے سفر کیا یا نکاح کیا ایسے وقت میں کہ قمر در عقرب ہو وہ بھلائی نہ دیکھے گا۔

امام نے جو یہ فرمایا کہ نجوم کا جاننے والا ایک خاندان عرب میں ہے اور ایک خاندان ہند میں تو عرب کے خاندان سے تو اونھوں نے اپنا خاندان مراد لیا اور ہند میں ہندو کا خاندان جو تش میں مشہور ہے۔ مشتری فقط ایک ہندی کو سکھا گیا تھا شاید عرب میں کسی طرح ہند سے یہ فن پہنچا ہوگا۔ قمر در عقرب کی نحوست کی بھی امام نے تصریح فرما دی۔ اس سے معلوم ہوا کہ ائمہ کا خواص نجوم پر بھی عمل تھا۔ نعوذ باللہ منہا۔

ہر مہینہ کا آخری چہارشنبہ بھی منحوس ہے ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[1] کی جلد اول باب دوم فصل پنجم میں احوال اولاد آدم کے ضمن میں لکھا ہے۔

"وبسند معتبر از امام رضا منقولست کہ مردے از اہل شام از امیر المومنین پرسید از قول خدا کہ روزے کہ مرد از برادرش بگریزد چیست فرمود کہ قابیل ست کہ از برادرش ہابیل خواہد گریخت پرسید از نحوست روز چہارشنبہ فرمود کہ آن چہارشنبہ آخر ماہ ست کہ در تحت الشعاع واقع شود"

یہ وہ امور ہیں جنکی اسلام نے جڑ اکھیڑ دی تھی رواۃ شیعہ نے ائمہ پر بہتان باندھکر پھر اونکو دین میں داخل کیا۔ اسکے علاوہ ائمہ سے یہ بھی نقل کر دیا کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارے

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۶۹

پاس جفر بھی ہے اور وہ چمڑے کا ایک برتن ہے جسمین سے تمام علوم نکل آتے ہین چنانچہ اصول[۵۱] کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہے۔

قال وان عندنا الجفر وما يدريهم ما الجفر قال قلت وما الجفر قال وعاء من ادم فيه علم النبيين والوصيين وعلم العلماء الذين مضوا من بني اسرائيل	فرمایا امام جعفر صادق علیہ السلام نے اور ہمارے پاس جفر ہے اور وہ کیا جانین کہ جفر کیا ہے راوی (ابو بصیر) کہتا ہے کہ مین نے پوچھا کہ جفر کیا چیز ہے تو امام نے فرمایا کہ چمڑے کا ایک ظرف ہے اوس مین انبیا اور اوصیا اور علمائے بنی اسرائیل کا علم بھری ہوئی ہین

سبحان اللہ علم سینون مین ہوتا ہے یا چمڑے کے برتن مین۔ شاید اوس ظرف مین قواعد جفر کے مطابق حروف کے نقشے لکھے ہونگے جیسے فالنامے ہوتے ہین آنکھین بند کرکے انگلی رکھی جس خانہ مین انگلی پہنچی وہین سے مطلب معلوم ہوگیا ان روایات سے بخوبی یہ پتا لگگیا کہ شیعونکی نقل کے بموجب ائمہ کے سب علوم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول نہ تھے بلکہ نجوم اور جفر اور ستارونکی نحوست وغیرہ کی بھی اٹکلین لگائی جاتی تھین اور انھین ذریعون سے علوم انبیاء و اوصیاء متقدمین معلوم ہو جاتے تھے اسکے علاوہ اونکے پاس ایک اور قرآن بھی تھا کہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نازل ہوا تھا اور قرآن رسول کا ایک حرف بھی اوس مین نہ تھا چنانچہ اصول[۵۲] کافی کی حدیث کا ایک فقرہ جو ہمنے نقل کیا اوسکے بعد یہ ہے۔

ثم قال وان عندنا المصحف	پھر امام جعفر صادقؑ نے فرمایا اور ہمارے پاس مصحف

۵۱ اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۱۴۶

فاطمہ علیہا السلام وما یدریہم ما مصحف فاطمۃ قال مصحف فیہ مثل قرآنکم هذا ثلث مرات والله ما فیہ من قرآنکم حرف واحد	فاطمہ علیہا السلام ہی وہ کیا جانین کہ مصحف فاطمہ کیا ہی فرمایا کہ ایک مصحف ہی جو تمھارے قرآن سے سہ چند ہی واللہ اوس مین تمھارے قرآن کا ایک حرف بھی نہین ہی

یعنے اب قرآن رسول کے سوا ایک دوسرا قرآن بھی ائمہ کے پاس تھا جو جناب فاطمہ علیہا السلام پر نازل ہوا تھا۔ یہ قرآن رسول کے قرآن سے سہ چند تھا اور بالکل اوس سے جدا تھا ایک حرف بھی رسول کے قرآن کا اوسمین نہ تھا۔ بہرحال ائمہ کے پاس بہت سے ذریعے علم کے ایسے تھے جو علم رسول سے بالکل جدا تھے۔

ممکن ہی کہ ایک ذریعہ اونکے علم کا یہ بھی ہو کہ رسول سے بذریعہ نقل انکے کچھ علم اون تک پہنچا ہو جو اور علوم کے ساتھ ملکر غیر متمیز ہوگیا اور اب یہ امتیاز مشکل ہوگیا کہ جن روایتونکی نسبت کسی طور پر یہ اعتماد ہو جاتے کہ یہ تقیہ پر مبنی نہین اور ائمہ جو عمداً اختلاف پیدا کرنے کے لیئے مختلف جواب دیا کرتے تھے اوس سے بھی محفوظ ہین ان مین کونسی باتین علم رسول سے ماخوذ ہین اور کونسی باتین نجوم اور جفر وغیرہ سے مستنبط ہوئی ہین۔

ظاہر ہے کہ علم رسول کی نقل کا ذریعہ اونکے پاس بہت تھوڑا تھا اس لیئے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے اور انبیاء سابقین کے زمانے کی واقعات جو وہ بیان کرتی ہین اونمین سند کا سلسلہ اکثر نہین ہوتا جو امام رسول علیہ السلام کے زمانہ سے سو یا ڈیڑھ سو برس کے بعد ہین وہ اوس زمانہ کے واقعات کو اسطرح بیان کر رہے ہین کہ گویا خود دیکھ رہے تھے اگر کسی سند سے انکو پہنچے ہوتے تو اوسکا ذکر کرتے پس ظاہر ہے کہ اکثر

وہ علوم اُس چمڑے کے تھیلے مین سے بقاعدہ جفر ماخوذ ہوتے تھے یا بحساب نجوم معلوم ہوتے تھے یہ وہ ذریعے ہین جنکو لئے اسلام بھی شرط نہین۔

افسوس کہ ان مقدس ائمہ اہل بیت پر رواۃ شیعہ نے کیا کیا الزام لگا دتے جن سے وہ بزرگوار اہل سنت کے اعتقاد کے بموجب یقیناً مبرا تھے۔

۱۱ **عوام** یہ سُنکر بھی سخت پریشان ہونگے کہ جو لوگ مذہب شیعہ کو ائمہ سے نقل کرتے ہین وہ یہ بھی کہتے ہین کہ ائمہ نے یہ عقائد خفیہ ہم کو سکھا دئے تھے اور وہ سب کے سامنے ان عقائد کی مخالفت کرتے تھے مگر ہمسے یہ کہدیا تھا کہ تم جو کچھ ہمسے معلوم کر چکے ہو اُسی پر جمے رہیو اور اُسکے خلاف جو کچھ ہم کہین وہ دفع الوقتی ہے چنانچہ اصول کافی[1] مین نضر خثعمی سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ

عن نضر الخثعمي قال سمعت اباعبد الله عليه السلام يقول من عرف انا لا نقول الا حقا فليكتف بما يعلم منا فان سمع منا خلاف ما يعلم فليعلم ان ذلك دفاع منا عنه	مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام کو یہ کہتے سُنا کہ جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ ہم حق کے سوا اور کچھ نہین کہتے اوسکو چاہئے کہ جو کچھ ہم سے معلوم کر چکا ہے اوسی پر جما رہے اور اگر ہمسے خلاف اُن باتون کے سُنے جو معلوم کر چکا ہے تو یہ سمجھ لے کہ ہم اُن باتون سے دفع الوقتی کرتے ہین۔

کیا اس روایت کو سُنکر یہ شبہ نہوگا کہ ایسے امامون کا کیا اعتبار ہے کہ خفیہ جو کچھ

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص۳۵

سکھاتے اوسکو اعلان کے ساتھ رد کرتے تھے پس ائمہ گو جو ساقط الاعتبار بنادین اس سے تو بہتر یہی ہے کہ اُن شیعہ راویون کو جھوٹا سمجھ لین جو یہ کہتے ہین کہ مخفی طور پر ائمہ نے ہمکو مذہب شیعہ سکھایا ہی۔ اور یہ کہدیا ہے کہ یہی باتین سچی ہین اسکے علاوہ جو ہم کہین اوسکو جھوٹ سمجھیو۔ ؎

سچی باتین وہ ہین جو تم سے کہا کرتی ہین
جھوٹے وعدے ہین جو غیرون سے رہا کرتی ہین

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ کی رائے بھی بدلا کرتی تھی آج کچھ کہتے تھے اور چند روز کے بعد اُس قول سے پھر جاتے تھے اور اپنے اصحاب سے اونھون نے کہدیا تھا کہ جب ہم پہلی بات کے خلاف بات کہین تو تم اخیر کی بات مانیو پہلے قول کو چھوڑ دیجیو چنانچہ اصول[۱] کافی مین لکھا ہی کہ ہمارے بعض اصحاب سی روایت ہے کہ

عن بعض اصحابنا عن ابی عبد اللہ قال ارایتک لو حدثتک بحدیث العام ثم جئتنی من قابل فحدثتک بخلافہ بایہما کنت تاخذ قال کنت اٰخذ بالاخیر

وہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کرتا ہی کہ اُنھون نے مجھسے کہا کہ تو یہ بتا کہ اگر تو اس سال مین مجھسے ایک حدیث سُنے اور پھر سال آیندہ مین میرے پاس آوے اور ہم تجھسے اُسکے خلاف حدیث بیان کرین ایسی صورت مین تو کونسی حدیث کو مانے گا مین نے کہا کہ مین اخیر کی بات کو مانونگا تو امام نے کہا کہ اللہ تجھپر رحمت کرے۔

(۱) اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۹

عوام یہ سنکر بھی پریشان ہونگے کہ شیعونکی روایتون سے یہ بھی ثابت ہی کہ امام معصوم نے یہ ارشاد فرمایا ہی کہ اگرچہ مسلمان کو دوسرے مسلمان کا ستر دیکھنا جائز نہین مگر کافر کو برہنہ دیکھنے اور اُسکے ستر پر نظر کرنے کا وہی حکم ہے جو گدھے کے ستر دیکھنے کا حکم ہی فروع کافی مین موجود ہے۔[1]

ف کافر کا ستر دیکھنا جائز ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال النظر الی عورۃ من لیس بمسلم مثل نظرک الی عورۃ الحمار	امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہی کہ اُنھون نے فرمایا کہ جو مسلمان نہو اُسکے ستر پر نظر کرنا ایسا ہے جیسے گدھے کے ستر پر نظر کرنا۔

نگاہ شوق کو حاصل ہی کیا کیا لطف نظارہ
کہ عریان دیکھنا جائز ہے معشوقان کافر کو

عوام کو یہ روایت سنکر بھی کمال حیرت ہوگی کہ امام باقر علیہ السلام نورہ لگا کر حمام مین غیر لوگون کے سامنے بالکل برہنہ ہو جایا کرتے تھے اور ستر پوشی کے واسطے صرف نورہ کو کافی سمجھتے تھے چنانچہ فروع کافی[2] مین روایت ہی کہ

ف امام باقر اپنی ستر پر نورہ لگا کر غیرون کے سامنے برہنہ ہوگئے

ان اباجعفر علیہ السلام کان یقول من کان یومن باللہ والیوم الآخر فلا یدخل الحمام الا بمیزر قال فدخل ذات یوم الحمام فتنور فلما ان اطبقت النورۃ علی بدنہ القی المیزر فقال لہ مولی لہ	امام باقر علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص اللہ پر اور روز قیامت پر ایمان رکھے وہ حمام مین بغیر ازار کے نجاوے راوی کہتا ہی کہ ایکدن امام حمام مین داخل ہوئے اور نورہ لگایا جب نورہ اُنکے بدن پر لگ گیا تو ازار پھینک دی تب اونکے غلام نے کہا کہ میرے

[1] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۲۱ [2] فروع کافی کتاب الزی والتجمل جلد ۲ صفحہ ۲۱

بابی انت وامی انک لتوصینا بالازر ولزومه وقد القیته عن نفسک فقال اما علمت ان النورة قد اطبقت العورة	ماں باپ آپ پر قربان ہون تم تو ہم کو ازار کا اور ہر وقت اسکے پہننے کا حکم کرتے ہو اور تم نے خود اپنے بدن سے ازار اُتار دی تو امام نے فرمایا کہ کیا تو نہین جانتا کہ نورہ نے ستر کو ڈھک لیا۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ کہان امام علیہ السلام کا تقدس اور کہان اس بے ستری کی خیالی فحش تصویر۔ رواۃ شیعہ نے کیا کیا تہمتین ان مقدس بزرگون پر لگائین

۱۷ (ننگا ہو کر آگے کا ستر ہاتھ سے چھپالے تو کافی ہی پیچھے کا ستر قدرتی طور پر چھپا ہوا ہی)

شاید عوام کو اسپر بھی تعجب ہو کہ امام معصوم کے ارشاد سے یہ ظاہر ہوتا ہی کہ اگر انسان بالکل برہنہ ہو جائے اور سامنے کے ستر کو ہاتھ سے چھپالے تو کافی ہی پیچھے کا ستر قدرتی طور پر خود بخود چھپا ہوا ہی وہان ہاتھ رکھنے کی بھی حاجت نہین چنانچہ فروع[۱] کافی مین ہی

عن ابی الحسن الماضی علیه السلام قال العورة عورتان القبل والدبر اما الدبر فمستور بالالیتین واما القبل فاستره بیدک	امام موسی کاظم علیہ السلام سے روایت ہی کہ ستر دو ہین ایک آگے اور ایک پیچھے پیچھے کا ستر دونون سرینون مین خود بخود مستور ہی سامنے کے ستر پر ہاتھ رکھ لے۔

۱۸ (شیخین سے محبت رکھنے کا حکم)

کیا عوام شیعہ کو اسپر تعجب نہوگا کہ روایت صحیح سے ثابت ہوتا ہی کہ ائمہ معصومین شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا کرتے تھے چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[۲] مین ہی

عن ابی بصیر قال کنت جالسا عند	ابو بصیر کہتا ہی کہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام کے

[۱] فروع کافی کی کتاب الزی والتجمل صفحہ ۶۱ [۲] کتاب الروضہ صفحہ ۲۹

ابی عبد اللہ علیہ السلام اذ دخلت
علینا ام خالد تستاذن علیہ فقال
ابو عبد اللہ علیہ السلام ایسرک
ان تسمع کلامہا قال فقلت نعم
فاذن لہا قال فاجلسنی
معہ علی الطنفسۃ قال
ثم دخلت فتکلمت فاذا
امرءۃ بلیغۃ فسالتہ عنہما
فقال لہا تولیہما قالت
فاقول ربی اذا لقیتہ انک
امرتنی بولایتہما قال نعم
قالت فان ہذا الذی معک
علی الطنفسۃ یامرنی بالبراءۃ
منہما وکثیر النوا یامرنی بولایتہما
فایہما خیر واحب الیک قال
ہذا واللہ احب الی
من کثیر النوا واصحابہ

پاس بیٹھا تھا اتنے مین آئی اونکے پاس ام خالد
اجازت چاہتی تھی اونکے پاس آنے کی تو امام
جعفر صادق علیہ السلام نے (مجھسے) فرمایا کہ کیا
تو اس بات کو پسند کرتا ہی کہ اُسکی باتین سنے مین نے
کہا ہان تو امام نے اوسے اجازت دی۔ کہا (ابو بصیر نے)
تو بٹھایا مجھے (امام نے) اپنے ساتھ مسند پر کہا
(ابو بصیر نے) پھر وہ آئی اور اُس نے باتین شروع
کین تو وہ عورت بلیغ تھی پھر پوچھا اُس عورت نے اُن
دونون (شیخین) کا حال تو امام نے کہا کہ اُن دونو
سے محبت رکھ۔ اُس عورت نے کہا کہ جب مین اپنے
رب کے سامنے جاؤنگی تو یہ کہدونگی کہ تم نے مجکو اُن
دونون سے محبت رکھنے کا حکم کیا تھا امام نے کہا کہ
ہان۔ اُس عورت نے کہا کہ یہ شخص جو تیرے ساتھ مسند
پر بیٹھا ہی اُن دونون سے بیزاری کا مجھکو حکم کرتا ہی
اور کثیر النوا اُن دونونکی محبت کا حکم کرتا ہی تو ان دونون
مین کون تمھارے نزدیک افضل اور احب ہی امام نے
کہا کہ یہ شخص واللہ زیادہ محبوب ہے مجھکو کثیر النوا اور

ان هذا یخاصم فیقول و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئک هم الکافرون۔	اوسکے اصحاب سی بیشک یہ جھگڑا کرتا ہی اور کہتا ہی "اور جسنے نہ حکم کیا اوسپر جو اللہ نے نازل کیا ہے تو وہی لوگ کافر ہین"۔

اس روایت پر غور کرنے کے بعد بڑی وضاحت سے یہ ظاہر ہوگیا کہ امام نے نہایت تصریح اور تاکید کے ساتھ شیخین سے محبت رکھنے کا حکم کیا اور جب اُس عورت نے یہ کہا کہ مین قیامت کے دن اللہ کے سامنے تمھارا حوالہ دونگی کہ تم نے مجھکو شیخین سی محبت رکھنے کا حکم کیا ہے تو امام نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اب اگر محبت شیخین جائز نہ تھی تو یہ لازم آویگا کہ امام نے عمدًا اُس عورت کو گمراہ بنایا حالانکہ امام کا کام ہدایت ہے۔ اُس عورت پر امام کی اطاعت واجب تھی اگر اُس حکم کو نہ مانتی تو گمراہ ہوجاتی اور چونکہ شیعون کے نزدیک تمام جہان پر امام کی اطاعت واجب ہی پس شیعون کو اس حکم مین بھی امام کی اطاعت واجب ہی اگر مخالفت کرینگے تو نافرمانی کے گناہ مین مبتلا ہونگے۔

اور یہ بھی اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام کے اصحاب مین سے کثیر انواعھی یہی حکم کرتا تھا البتہ ابوبصیر اس قول مین امام کے مخالف تھا۔

شاید حضرات شیعہ اس روایت مین یہ تاویل کرین کہ یہ حکم امام نے بطور تقیہ دیا تھا یعنی مصلحت وقت کی وجہ سے جھوٹ بولا اور عمدًا حکم ناحق بیان کیا اور اُس عورت کو گمراہ بنایا اور قرینہ امام کیطرف اس جھوٹ بولنے کا یہ ٹھہرائین کہ امام نے ابوبصیر کو احب فرمایا اور یہ بھی ارشاد کیا کہ ابوبصیر جھگڑا کرتا ہی اور آیت من لم یحکم الخ پڑھا کرتا ہی یعنی شیخین کو (معاذاللہ) یون کہتا ہی

کہ وہ خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے۔

مگر یہ تاویل اس روایت مین ہرگز صحیح نہین ہوسکتی اور کوئی بات کسی طرح نہین بن سکتی اس لیے کہ ایسا صریح جھوٹ بولنا اور خلاف حق حکم دینا اور قیامت کے دن اللہ کے سامنے حکم ناحق کی ذمہ داری قبول کرنا امام کی شان سے نہایت بعید ہی اُس عورت کا ایسا کیا خوف تھا جسکی وجہ سے امام ایسا جھوٹا حکم بیان کرتے جو لوگ حقانی ہوتے ہین وہ ہرحالت مین اللہ پر توکل کرتے ہین اور کلمۂ ناحق زبان سے نہین نکالتے کیا یہی امام معصوم اور واجب الاطاعت تھے جو اسطرح خلاف حق حکم کیا کرتے تھے اور لوگون کو گمراہ بنایا کرتے تھے۔

قطع نظر اسکے کثیر النوا جو امام کا صحابی تھا وہ بھی شیخین کی محبت کا حکم کرتا تھا اس سے معلوم ہوگیا کہ امام کی تعلیم بھی یہی تھی۔

ابو بصیر جو اس مسئلہ مین امام کا مخالف تھا اور شیخین سے عداوت رکھتا تھا اُس کو اس جلسہ مین امام نے اسی لیے شریک کیا تھا کہ اُسکو اپنی غلطی پر تنبیہ ہو جاتے اور اس اعتقاد فاسد سے توبہ کرے ام خالد کو جو محبت شیخین کا حکم کیا اسمین یہ بھی مقصود تھا کہ ابو بصیر بھی اس حکم کو سُن لے جب اُس عورت نے پوچھا کہ آپ کے نزدیک کثیر النوا اور ابو بصیر مین خیر اور احب کون ہی تو خیر کے جواب مین امام نے سکوت کیا اور ابو بصیر کو کثیر النوا سے خیر یعنی افضل نہ بتایا البتہ احب کہا اسمین اُسکی تالیف مقصود تھی اس لیے کہ تالیف کی صورت مین انسان حق کو جلد قبول کرتا ہی باایں ہمہ (یخاصم) کے لفظ سے اوسکی غلطی پر تنبیہ فرمادی یعنی شیخین کی نسبت جو وہ آیت ومن لم یحکم بما انزل اللہ کو پڑھتا ہی یہ

اوسکا جھگڑا ہی اور یہ بات ظاہر ہی کہ جھگڑا بُری چیز ہے چنانچہ انھین امام جعفر صادق علیہ السلام
سے اصُول کافی[سلہ] مین منقول ہے۔

لا تخاصموا بدینکم الناس فان المخاصمة ممرضة للقلب	مت جھگڑا کرو اپنے دین پر آدمیون سے اس لئے کہ مخاصمت دل کو مریض بنا دیتی ہے۔

پس اگر ابو بصیر کا قول امام کے نزدیک حق ہوتا تو اوسکو مخاصمت نفرماتے (تخاصم) کا
لفظ جو فرمایا اسی سے ظاہر ہوگیا کہ ابو بصیر کے قلب مین مرض تھا ابو بصیر کی فقط یہی غلطی
نہ تھی بلکہ اوسکی عادت تھی کہ امور منہیہ مین مبتلا رہتا تھا اور اہل بیت پر افترا کیا کرتا تھا چنانچہ
ایسی مسکرات پیتا تھا کہ جو اہلبیت کے نزدیک مثل خمر کے تھے اور کہتا تھا کہ اہلبیت نے مسکرات
کے حلال ہونے کا فتوی دیا ہی اُسوقت بھی امام نے اوسکو تنبیہ کی تھی اور شرب مسکرات اُس سے
چھڑایا تھا چنانچہ فروع کافی[سلہ] مین ہی کہ۔

عن کلیب بن معاویہ قال کان ابوبصیر واصحابہ یشربون النبیذ ویکسرونہ بالماء فحدثت بذلک اباعبد اللہ علیہ السلام فقال لی وکیف صار الماء یحلل المسکر مرھم لا یشربوا منہ قلیلا ولا کثیرا قلت انھم	کلیب بن معاویہ سے روایت ہی وہ کہتا ہی کہ ابو بصیر اور اُسکے اصحاب نبیذ پیا کرتے تھے اور اُسکی تیزی پانی سے توڑتے تھے مین نے یہ حال امام جعفر صادق علیہ السلام سے بیان کیا امام نے فرمایا کہ بھلا پانی نشے کی چیز کو کیسے حلال کردے گا تو اونکو حکم کرکہ اس مین سے نہ پئین نہ تھوڑا اور نہ بہت مین نے کہا

سلہ اصول کافی صفحہ ۳۸۴ سلہ فروع کافی جلد ۲ کتاب الاشربۃ صفحہ ۱۸۱

یذکرون الرضا من آل محمد علیه السلام فقال وکیف کان یحلون آل محمد لمسکر وهم لا یشربون منه قلیلا ولا کثیرا فقلت فامسکوا عن شربه فاجتمعنا عند ابی عبد الله صلوات الله علیه فقال له ابو بصیر ان ذا جاءنا عنک بکذا وکذا فقال صدق یا ابا محمد ان الماء لا یحل المسکر فلا تشربوا منه قلیلا ولا کثیرا

کہ وہ کہتے ہیں کہ آل محمد سے رضا نے اوسکے حلال ہونے کا اونھیں حکم کیا ہے تو امام نے کہا کہ بھلا آل محمد نشے کی چیز کو کیسے حلال کردین گے حالانکہ آل محمد سکر چیز نہ تھوڑی پیئین نہ بہت تب ہم نے (ابو بصیر وغیرہ سے) یہ کہدیا اور وہ اوسکے پینے سے باز رہے پھر جمع ہوئے ہم سب امام جعفر صادق علیہ السلام کے پاس تو ابو بصیر نے امام سے کہا کہ یہ شخص تمھاری طرف سے ایسا ایسا حکم لایا ہے تو امام نے کہا کہ وہ سچ کہتا ہے اے ابو محمد بیشک پانی سکر کو حلال نہین کرتا تم اوسمین سے نہ تھوڑا پیو نہ بہت۔

اس روایت سے یہ معلوم ہوا کہ ابو بصیر ایسا جاہل تھا کہ اوسکو یہ بھی معلوم نہ تھا کہ ائمہ اہلبیت کا یہ مذہب ہے کہ نشے کی چیز تھوڑی اور بہت سب حرام ہوتی ہے بلکہ سب نشے کی چیزین خمر ہین اور اہلبیت پر افترا کرتا تھا کہ وہ حلال بتاتے ہین اس سے بڑھکر اوسکی جہالت یہ ہے کہ جب امام نے اوسکی حرمت کا حکم کہلا بھیجا پھر بھی اوسکو شک باقی رہا اور دوبارہ امام سے استفسار کیا پس جو شخص ایسا جاہل اور مفتری ہو وہ اگر شیخین سے عداوت رکھے تو کیا بعید ہے اور امام نے جسطرح شرب سکر سے اوسکو تنبیہ کی اور منع کیا اسی طرح عداوت شیخین سے بھی اوسکو اسطرح منع کیا کہ ابو بصیر کے سامنے ام خالد کو محبت شیخین کا

حکم کیا تاکہ ابو بصیر بھی سن لے اور ابو بصیر جو یہ کہا کرتا تھا کہ شیخین خلاف ما انزل اللہ حکم کرتے تھے اُسکو مخاصمت بتادیا۔ کافی کی اس روایت سے ابو بصیر کا جاہل اور مفتری ہونا ثابت ہوگیا اب امام کی نسبت جو اُسکی بد اعتقادی تھی وہ بھی سن لیجئے تنقیح[۵۱] مین رجال کشی سے نقل کیا ہے۔

عن محمد بن مسعود قال حدثنی محمد بن عیسی عن یونس قال جلس ابو بصیر علی باب ابی عبد اللہ لیطلب الاذن فلم یوذن لہ فقال لوکان معنا طبق لاذن فجاء کلب فشغر فی وجہ ابی بصیر	کہا یونس نے کہ ابو بصیر امام جعفر صادقؑ کے دروازہ پر بیٹھا تھا اور اندر جانے کی اجازت چاہتا تھا پھر اجازت نہ ملی تو ابو بصیر نے کہا کہ اگر ہمارے ساتھ خوان آتا تو اجازت ملجاتی اتنے مین ایک کتا آیا اور اُس نے ابو بصیر کے مُنھ مین موت دیا۔

پس جو ابو بصیر امام کو بھی طماع سمجھتا تھا اور اُسکو وبال مین کتے نے اُسکے مُنھ مین موت دیا اگر وہ شیخین پر بھی طعن کرے تو کیا تعجب اور یہان سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ چونکہ ابو بصیر سامنے بیٹھا تھا اس لئے امام نے اوسکو احب بتادیا کہ وہ کوئی فساد نہ کرے ورنہ جس شخص کے ایسے حالات ہون اُس سے امام ہرگز محبت نہ رکھتے ہونگے۔

اور نیز تنقیح[۵۲] مین بحوالہ رجال کشی یہ بھی نقل کیا ہے۔

روی الکشی باسنادہ قال سألت ابا الحسن عن رجل تزوج امراۃ لھا زوج ولم یعلم قال	راوی کہتا ہے کہ مین نے امام موسی کاظم علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کسی شخص نے ایک ایسی عورت سے نکاح کرلیا جسکا شوہر موجود ہے اور اس شخص کو یہ حال

---

[۵۱] تنقیح صفحہ ۱۶۰ [۵۲] تنقیح صفحہ ۱۶۰

ترجم المرأة وليس على الرجل شيء اذا لم يعلم فذكرت ذلك لابي بصير المرادي قال فقال لي والله جعفر ترجم المرأة ويجلد الرجل الحد وقال الظن صاحبنا ما تكامل علمه -

معلوم نہ تھا تو کیا حکم ہے امام نے کہا عورت سنگسار کیجاوے اور مرد پر کوئی مواخذہ نہین اسلئے کہ اُسکو معلوم نہ تھا راوی لکھتا ہے کہ مین نے یہ قصہ ابو بصیر مرادی کے سامنے بیان کیا تو اُس نے کہا کہ واللہ مجھسے امام جعفر صادق ع نے کہا تھا کہ عورت سنگسار کیجائے اور مرد پر بھی حد جاری کیجائے پھر ابو بصیر نے کہا کہ میرا گمان یہ ہے کہ ہمارے امام کا علم پورا نہین ہوا۔

ف۱ ابو بصیر مرادی کے نزدیک امام کا علم ناقص تھا

اب بہت اچھی طرح ظاہر ہوگیا کہ ابو بصیر ائمہ کو کم علم بھی جانتا تھا اور جب یہ شخص ائمہ کو طماع اور بے علم جانتا تھا تو اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ اُنکی امامت کا معتقد نہ تھا۔

یہ ابو بصیر وہ شخص ہے کہ کافی وغیرہ کتب احادیث شیعہ اسی کی روایتون سے مالامال ہین اور مذہب شیعہ کو ائمہ سے زیادہ تر اسی نے نقل کیا ہے۔

ایک بہت بڑی دلیل اس بات کی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کا یہ حکم بطور تقیہ کے نہ تھا یہ ہے کہ امام جعفر صادق ع کو تقیہ جائز ہی نہ تھا چنانچہ عہد نامہ جو اُنکے لئے نازل ہوا تھا اُسکے الفاظ اصول کافی[1] مین اسطرح مذکور ہین۔

ف۱ امام جعفر صادق ع کو تقیہ جائز نہ تھا

ثم دفعه الى ابنه جعفر عليه السلام ففك خاتما فوجد فيه حدث الناس

پھر امام باقر ع نے (وہ کتاب عہد جسپر مہرین لگی ہوئی تھین) اپنے بیٹے جعفر علیہ السلام کے حوالے کی اُنھون نے ایک مہر توڑی تو اُس کتاب مین یہ پایا

[1] اصول کافی ص ۱۷۱

وافتهم وانشر علوم اهل بيتك وصدق آبائك الصالحين ولا تخافن الا الله عز وجل وانت في حرز وامان	کہ حدیث بیان کر اور فتوی دے اور علوم اہل بیت کو شائع کر اور اپنے آبار صالحین کی تصدیق کر اور اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور تو حفاظت اور امن میں ہے۔

پس جب امام صادق کے لئے حکم آچکا تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور اللہ انکو خبر دے چکا تھا کہ تم حفاظت اور امن میں رہو گے پھر انکو کسی کا خوف نہ تھا وہ تقیہ کیوں کرتے وہ اللہ کی طرف سے حکم دینے اور فتوی بیان کرنے پر مامور ہوئے تھے پس جو حکم اُنھوں نے بیان کیا وہ ضرور واجب العمل ہوگا اور اُنکے حکم کی نسبت یہ کہنا کہ مصلحت کی وجہ سے اُنھوں نے جھوٹ بولا درحقیقت اونکی امامت کا انکار کرنا ہے۔

۱۵ **کیا عوام** اس خبر سے متحیر ہونگے کہ شیعوں کی روایتوں سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل بیت معصومین کی یہ عادت تھی کہ اللہ جو اپنی نعمتوں کی بشارت اُنکے پاس بھیجا کرتا تھا اُسکو کئی بار رد کیا کرتے تھے اور قبول کرنے میں عذر کرتے تھے اور بڑی مشکل سے قبول کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اصول کافی[۵۸] میں ہے۔

رسول اور اہلبیت اللہ کی نعمتوں کو رد کیا کرتے تھے

عن ابي عبد الله عليه السلام قال ان جبرئيل نزل على محمد صلى الله عليه وآله فقال له يا محمد ان الله يبشرك بمولود يولد من فاطمه تقتله امتك من بعدك فقال وعلى ربي السلام	امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ اُنھوں نے کہا کہ جبرئیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئے اور اُنھوں نے کہا کہ اے محمد اللہ تم کو ایک مولود کی بشارت دیتا ہے جو فاطمہ سے پیدا ہوگا تمھاری امت تمھارے بعد اُسکو قتل کرے گی تو رسول نے کہا اور میرے

[۵۸] اصول کافی ص ۲۹۴

لاحاجة لی فی مولود یولد من فاطمه
تقتله امتی من بعدی فعرج ثم
هبط فقال له مثل ذلك فقال
یا جبرئیل وعلی ربی السلام لاحاجة
لی فی مولود تقتله امتی من بعدی
فعرج جبرئیل الی السماء ثم هبط
فقال یا محمد ان ربك یقرئك السلام
ویبشرك بانه جاعل فی ذریته الامامة
والولایة والوصیة فقال انی قد
رضیت ثم ارسل الی فاطمه
ان الله یبشرنی بمولود یولد
لك تقتله امتی من
بعدی فارسلت الیه ان
لاحاجة لی فی مولود تقتله امتك
من بعدك فارسل الیها ان الله
قد جعل فی ذریته الامامة والولایة والوصیة
فارسلت الیه انی قد رضیت۔

رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی کچھ حاجت نہین جو
فاطمہ سے پیدا ہو اور میری امت اسکو میرے بعد قتل
کرے جبرئیل آسمان پر گئے اور پھر اوترے اور وہی کہا
جو پہلے کہا تھا تو رسولؐ نے کہا کہ اے جبرئیل اور میرے
رب پر سلام ہو مجھکو ایسے مولود کی حاجت نہین جسکو
میری امت میرے بعد قتل کرے۔ پھر چڑھے جبرئیل
آسمان کی طرف پھر اوترے تو کہا اے محمد بیشک
تمھارا رب تمھین سلام کہتا ہی اور یہ بشارت دیتا ہی کہ اللہ
اس مولود کی اولاد مین امامت اور ولایت اور وصیت
مقرر کرے گا۔ تب رسول نے کہا مین راضی ہوا۔ پھر
فاطمہؓ کو پیغام بھیجا کہ اللہ نے مجھکو ایک بچے کی بشارت
دی ہے جو تجھ سے پیدا ہوگا اور میری امت میرے بعد
اسکو قتل کرے گی تو فاطمہؓ نے یہ جواب بھیجا کہ مجھکو ایسی
اولاد کی حاجت نہین جسکو تمھاری امت تمھارے بعد
قتل کردے۔ پھر پیغمبرؐ نے فاطمہؓ کے پاس یہ پیغام
بھیجا کہ اللہ نے اوسکی اولاد مین امامت اور ولایت اور
وصیت مقرر کی ہے تو کہلا بھیجا فاطمہ نے کہ مین راضی ہوگئی۔

اس روایت سے کئی نتیجے نہایت عجیب ظاہر ہوتے ہین۔

اول یہ کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ رضی اللہ عنہا کو باوجود مرتبہ عبودیت کے اپنے خالق کی عظمت وجلال کا (معاذ اللہ) کچھ بھی ادب نہ تھا اور بڑی جرأت کے ساتھ بار بار اُسکے انعام کو رد کرتے تھے اگر کوئی دنیاوی بادشاہ کسی امیر کو انعام دینا چاہے اور وہ اسطرح رد کرے تو بادشاہ کی بہت بڑی توہین سمجھی جاوےگی اور ہر شخص اس امیر کو بڑا گستاخ کہے گا نہ کہ عبد اور معبود کا معاملہ اس سے بڑھکر اور ناشکری کیا ہوگی حالانکہ جنکو قرب الٰہی زیادہ حاصل ہوتا ہے اونکو ادب بھی اوروں سے زیادہ ہوتا ہے اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوروں کے مقابلے مین خوف الٰہی زیادہ تھا۔

دوسرے یہ کہ اللہ نے جس چیز کو رسول اور جناب سیدہ کے لئے موجب نعمت اور رحمت تجویز کیا اور اُسکی بشارت بھیجی ان دونون نے اُسکو اپنے لئے مصیبت اور قابل رد سمجھا پس معلوم ہوا کہ اللہ کو حکیم اور لطیف اور خبیر نجانا اور اپنی رائے اللہ کی تجویز پر غالب سمجھی اور یہ خیال نہ کیا کہ جس چیز کی اللہ نے بشارت بھیجی ہے وہ ضرور بہت بڑی نعمت ہوگی۔

تیسرے یہ کہ شہادت فی سبیل اللہ مین وہ دونون کچھ بھی فضیلت نجانتے تھے بلکہ شہادت کو نہایت حقیر اور قابلِ رد سمجھتے تھے۔

چوتھے یہ کہ جناب امام حسین علیہ السلام کی ذاتِ مبارک مین (معاذ اللہ) کچھ بھی خوبی نہ تھی بلکہ اسوجہ سے کہ اونکی قسمت مین شہادت مقرر ہو چکی تھی اونکی ذات بیزاری کے لایق تھی اور اگر اُنکی اولاد مین امامت مقرر نہوئی ہوتی تو ہرگز اونکی ذات قبول نہ کیجاتی۔

پانچوین یہ کہ جناب امام حسن علیہ السلام کی ذات حسینؑ سے بھی زیادہ بیزاری کے لایق تھی اسلئے کہ اونکی قسمت مین بھی شہادت تھی اور اونکی اولاد مین امامت بھی نہ تھی اسیوجہ سے اللہ نے انکو بغیر بشارت بھیجنے کے پیدا کردیا ورنہ وہ کسی طرح نہ قبول کئے جاتے اور اُنکے قبول کرانے مین اللہ کو بڑی مشکل پیش آتی۔ معاذ اللہ۔

چھٹے یہ کہ اللہ نے رسول کے پاس تین مرتبہ یہ بشارت بھیجی مگر امر امامت کو اول دو مرتبہ مین ظاہر نکیا شاید اسمین یہ مصلحت تھی کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) فضیلت رد نعمت کو دو مرتبہ حاصل کرلین اور عبد شکور بن جاوین۔

ساتوین یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اول بار جناب سیدہؓ کے پاس بشارت بھیجی تو امر امامت ظاہر نہ کیا اس سے بھی شاید یہی غرض تھی کہ ایک مرتبہ سنت رد کو ادا کرلین

اے حضرات شیعہ انصاف کرو کہ تمھارے راویون نے کیا کیا افترا کئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر کیسی کیسی تہمتین ناشکری اور بے ادبی وغیرہ کی لگائین۔ حضرت جبرئیلؑ کو بار بار آسمان پر چڑھنے اور اُترنے کی کشاکش مین ڈالا۔

طرفہ یہ ہے کہ بظاہر مجبور ہوکر اگرچہ جناب سیدہؓ نے رضامندی ظاہر کردی مگر دل مین وہی ناگواری اور بیزاری موجود تھی اور اللہ کی اس بشارت کو اُنھون نے صدق دل سے قبول نہین کیا چنانچہ حمل بھی انکو ناپسند تھا اور ولادت حسینؑ کے وقت بھی اس فرزند سے اُنکو سخت بیزاری تھی چنانچہ اصول کافی[۵] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت مذکور ہے کہ۔

---

[۵] اصول کافی صفحہ ۲۹۴

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال لما حملت فاطمہ بالحسین جاء جبرئیل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہ فقال ان فاطمۃ ستلد غلاما تقتلہ امتک من بعدک فلما حملت فاطمۃ بالحسین کرھت حملہ وحین وضعتہ کرھت حملہ ثم قال ابو عبد اللہ علیہ السلام لم تر فی الدنیا ام تلد غلاما تکرھہ ولکنھا کرھتہ لما علمت انہ سیقتل قال وفیہ نزلت ھذہ الایۃ حملتہ امہ کرھا ووضعتہ کرھا	جب فاطمہؓ کو حسینؓ کا حمل ہوا تو جبرئیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور انھون نے کہا کہ فاطمہؓ کے ایک لڑکا پیدا ہوگا جسکو تمھاری امت تمھارے بعد قتل کرے گی پھر جب فاطمہؓ کو حسینؓ کا حمل ہوا تو اُنکو حسینؓ کا حمل ناپسند تھا اور جب حسینؓ پیدا ہوئے تو اونکا پیدا ہونا بھی ناپسند تھا دنیا مین کوئی ماں ایسی نہین دیکھی گئی کہ اپنے فرزند کی ولادت اُسکو ناپسند ہو لیکن فاطمہ نے حسینؓ کی ولادت اسوجہ سے ناپسند کی کہ اُنکو معلوم ہوگیا تھا کہ حسین قتل ہونگے پھر امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اُنھین کے حق مین یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ حمل مین رکھا اُسکو اُسکی ماں نے ناپسندیدگی مین اور جنا اُسکو ناپسندیدگی مین۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے جو اس آیت کی تفسیر کی اُس سے ظاہر ہوگیا کہ اس آیۃ مین کراہت سے درد اور ایذا کی کراہت مراد نہین ہے بلکہ ناپسندی اور ناگواری طبیعت مراد ہے اور خاص جناب امام حسین علیہ السلام کے حمل اور ولادت اور اُنکی والدہ ماجدہ جناب سیدہ علیہا السلام کی اُس سے بیزاری کا بیان ہے۔

حسینؓ مظلوم کی یہ حالت ہوئی کہ اونکی بشارت کو دو مرتبہ رسولؐ نے اور ایک مرتبہ جناب

جناب فاطمہ علیہا السلام حسینؓ کی ولادت سے بیزار تھین

سیدہؑ نے رد کیا آخر کو قبول بھی کیا تو جناب سیدہ نے دل سے قبول نہ کیا اور اونکی ولادت سے سخت بیزار ہوئین۔

پس حسین مظلوم بیچے کی ولادت کے وقت ایسی قدر ہوئی اگر اُسکی موت بھی مظلومی سے ہوئی تو (اول را بآخر نسبتے ہست) کا مضمون صادق آگیا۔

حسینؑ نے اپنی ماں کا دودھ نہ پیا

آخر جب حسینؑ غیور پیدا ہوئے تو انھون نے اپنی ماں جناب سیدہ کا دودھ ہرگز نہ پیا اور جب ماں کا دودھ چھوڑا تو کسی دوسری عورت کا دودھ کیون پیتے تب رسولؐ کو اپنے فرزند غیور کے لئے اپنے انگوٹھے سے دودھ نکالنا پڑا چنانچہ کافی[1] کی پہلی روایت جو ہم نقل کر چکے اُسکے آخر مین یہ بھی ہے۔

ولم یرضع الحسین من فاطمة علیها السلام ولا من انثی کان یؤتی به النبی صلی الله علیه وآله فیضع ابهامه فی فیه فیمص منها ما یکفیه الیومین او الثلث	حسینؑ نے نہ فاطمہ علیہا السلام کا دودھ پیا نہ کسی اور عورت کا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ کے پاس انکولاتے تھے تو نبیؐ اپنا انگوٹھا اُنکے منھ مین رکھدیتے تھے تو وہ اسقدر چوس لیتے تھے کہ دو یا تین دن کو کافی ہو۔

ہائے اے شبیر مظلومی تری
گرچہ یہ اُٹھی ہو چکین تھین فاطمہ
کرتی ہی اس رمز کو قرآن مین

ردہوئی تیری بشارت تین بار
پھر بھی تھی تیری ولادت ناگوار
اُمُّہٗ کُرۡہًا کی آیت آشکار

تمکو بھی غیرت کا ایسا جوش تھا
دودھ اُس ماں کا نچوسا زینہار

[1] اصول کافی صفحہ ۲۶۴

اب حضرات شیعہ براہ انصاف بیان فرماتین کہ اللہ کی بھیجی ہوئی بشارت کو اسطرح رد کرنا اور اللہ کی نعمت کو مصیبت سمجھنا اور رضامندی کا اقرار کرنے کے بعد پھر اوس سے بیزار ہونا کیسا ہے۔ ؎

خدا سے کسکو جائز اسطرح ردو بدل ہوگا
تمھین انصاف سے کہدو یہ عقدہ کیسے حل ہوگا

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ رسولؐ نے جو دو مرتبہ اور جناب سیدہؑ نے ایک مرتبہ بشارت حسینؑ کو اس نفرت کے ساتھ رد کیا اور حمل اور ولادت کے وقت بھی جناب سیدہ بیزار تھین جس بیزاری کا قرآن مین بھی تذکرہ ہوا یہ بیزاری فقط اتنے لئے تھی کہ آخر کو حسین علیہ السلام امت رسولؐ کے ہاتھ سے قتل ہونگے اگر یہ قتل ہونا کوئی عیب تھا تو یہ صفت تو جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام مین بھی موجود تھی اور یہ دونون بھی آخر مین مظلومی کے ساتھ شہید ہوئے۔ حسین علیہ السلام کے قتل ہونے کا صدمہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ علیہا السلام کی حیات مین پیش آنے والا نہ تھا پس اونکی بشارت کو رد کرنا اور اُنکی ولادت سے ناراض ہونا گویا قبل از مرگ واویلا تھا۔ بالفرض اگر اُن دونون کی حیات مین بھی یہ حادثہ پیش آنیوالا ہوتا تو اُنسے بڑھکر جادۂ رضا و تسلیم مین ثابت قدم اور کون ہوسکتا ہے۔ کیا اپنی اولاد کے لئے وہ کوئی ایسا انتظام چاہتے تھے کہ اونکے بعد بھی اونکی اولاد پر کوئی صدمہ نہ آوے حالانکہ یہ بھی معلوم ہوچکا تھا کہ سب سے زیادہ مصائب اہلبیت کے لئے مقرر ہوچکے ہین۔

اب ان سب سے قطع نظر کیجئے اور اس امر پر غور کیجئے کہ واقعہ شہادت حسینؑ مین کیا مصیبت تھی جسکے مقابلے مین اجرِ شہادت کی کچھ وقعت نہ سمجھی گئی اور بشارت حسینؑ کو بار بار رد کیا گیا۔

ف۔ حسین علیہ السلام نے تقیہ کیون نہ کیا۔

شہادت حسین علیہ السلام کے واقعات مین سب سے پہلا امر جو باسباب ظاہر باعث اس حادثہ کا ہوا یہ تھا کہ جناب امام علیہ السلام نے بیعت یزید کی گوارا نہ کی اور طریقہ انبیاء اور سُنت جناب امیر کی مخالفت کی اونکے سامنے جناب امیر نے خلفای ثلثہ سے اور جناب امام حسنؑ نے امیرِ شام سے بیعت کی تھی۔ پھر جناب امام حسین علیہ السلام کو انکار بیعت کی کوی وجہ نہ تھی جو ایسے وقت مین تقیہ کو جو اُسوقت اونپر واجب تھا ترک کیا۔ کیا مذہب اہلبیت کو چھوڑکر جناب امام حسین علیہ السلام نے اپنے واسطے کوئی نیا مذہب تجویز کیا تھا جو اپنے باپ اور بھائی کا طریقہ چھوڑا۔

شیعون کے مشہور مناظر مولوی حامد حسین صاحب لکھنوی نے اپنے والد ماجد مولوی سید محمد قلی صاحب کا رسالہ تقیہ جو اپنی طرف سے اصلاح اور ترمیم کے بعد چھپوایا ہی اُس مین اس مشکل کا حل کا جواب یون دیا ہے۔

"شیعیان قایل تقیہ علی الاطلاق فی جمیع الازمنہ والاحوال نیستند وقطع نظر ازین چون اہلِ کوفہ عہود ومواثیق بسیار کردند ونامہ ہائے بیشمار نوشتند واحکام مبنی برظاہر ست لہذا آنجناب عزمِ جہاد فرمودہ بود ہرگاہ بیوفائی وغدرِ اوشان ظاہر شد ہر چند قصد رجوع کرد لیکن ممکن نشد واگر توہم کردہ شود

کہ چرا در آن وقت بیعتِ عمر سعد و ابن زیاد نہ نمود پس مدفوع ست
باین کہ غالباً آنحضرت دانستہ باشد کہ آن ملاعنہ از غدر و بیوفائی
باز نہ خواہند آمد اگرچہ آنحضرت بیعت ہم کنند"

اس عبارت کے پہلے فقرے کا حاصل یہ ہوا کہ شیعے ہر وقت مین اور ہر حالت مین تقیہ کے قائل نہین مگر اس شبہ کی جواب مین یہ تقریر محض بے فائدہ ہی اس لئے کہ ہر حالت سے بحث نہین بلکہ فقط حالتِ خوف سے بحث ہی اور جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اُس وقت مین بیشک حالتِ خوف موجود تھی اور وہی حالت تھی جس حالت مین جناب امام حسن علیہ السلام نے تقیہ کرکے امیر شام کی بیعت کی تھی بلکہ اہلِ شام کی قوت اور زیادہ بڑھ جانے کی وجہ سے جناب امام حسین علیہ السلام کے لئے اوسنے زیادہ خوف کی حالت تھی پس اُنکے لئے تقیہ ضرور واجب تھا۔

اُصول کافی[سلہ] مین ابو عمیر اعجمی سے روایت ہے کہ۔

قال قال لی ابو عبد اللہ علیہ السلام یا ابا عمر ان تسعۃ اعشار الدین فی التقیۃ ولا دین لمن لا تقیۃ لہ والتقیۃ فی کل شیٔ الا فی النبیذ والمسح علی الخفین۔	وہ کہتا ہی کہ مجھسے امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو عمر بیشک دین کے دس حصون مین سے نو حصے دین تقیہ مین ہی اور جو تقیہ نکرے اوسکا دین ہی نہین اور تقیہ ہر چیز مین ہے مگر نبیذ مین اور موزون پر مسح کرنے مین۔

[سلہ] اصول کافی [illegible]

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ تقیہ ایک ایسی ضروری چیز ہے کہ نو حصّے دین تقیہ مین ہے اور ایک حصّہ باقی ارکان دین (یعنی توحید اور اور اقرار رسالت و امامت و اداے فرائض وغیرہ) مین اور جو تقیہ نکرے وہ بے دین ہے بس سخت تعجب ہے کہ امام حسین علیہ السلام نے تقیہ کے ان مناقب اور ترک تقیہ کی اس وعید پر کیون نہ لحاظ کیا اور حکم تقیہ سے فقط دو چیزین مستثنیٰ ہین ایک نبیذ دوسرے موزون پر مسح کرنا۔ ان دونون چیزون مین کسی حالت مین تقیہ جایز نہین انکے سوا سب چیزون مین تقیہ ہے بلکہ تقیہ ایک ایسا عمدہ حیلہ ہے کہ تقیہ کی آڑ مین جناب امیر پر تبرّا کہنا بھی جایز ہے چنانچہ اصول کافی[1] مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے۔

عن مسعدة بن صدقة قال قيل لابي عبد الله عليه السلام ان الناس يروون ان عليا عليه السلام قال على منبر الكوفة ايها الناس انكم ستدعون الى سبي فسبوني ثم تدعون الى البراءة مني فلا تبرؤا مني۔ فقال ما اكثر ما يكذب الناس على علي عليه السلام ثم قال انما قال ستدعون الى سبي فسبوني ثم

مسعدہ بن صدقہ سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام سے یہ پوچھا گیا کہ لوگ روایت کرتے ہین کہ علی علیہ السلام نے ممبر کوفہ پر یہ فرمایا کہ اے لوگو تم بلاے جاوگے مجھے برا کہنے کی طرف تو مجھکو برا کہہ لیجیو پھر بلاے جاوگے مجھسے تبرا ظاہر کرنے کی طرف تو مجھ پر تبرا ظاہر مت کیجیو۔ تو فرمایا کہ بہت جھوٹ بولتے ہین لوگ علی علیہ السلام پر پھر فرمایا کہ علی علیہ السلام نے یہ کہا تھا کہ تم بلاے جاوگے مجھ برا کہنے کی طرف تو مجھے برا کہہ لیجیو پھر بلاے

[1] اصول کافی صفحہ ۴۸۴

ستدعون الی البراءة منی	جاؤگے مجھسے بیزاری ظاہر کرنے کی طرف حالانکہ
وانی لعلی دین محمد صلی اللہ	مین دین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ پر ہون اور علی علیہ السلام
علیہ و آلہ وسلم ولم یقل ولاتبرؤا منی۔	نے یہ نہین فرمایا کہ مجھسے بیزاری ظاہر مت کیجیو۔
فقال لہ السائل ان اختار القتل	تو سائل نے پوچھا کہ اگر وہ قتل ہونا اختیار کرے
دون البراءة فقال واللہ ما	اور تبرا کرنا گوارا نہ کرے تو فرمایا کہ واللہ یہ اوسپر
ذلک علیہ وماله الا مامضی علیہ	واجب نہین۔ اور نہین جایز اوسے مگر وہی جو عمار
عمار بن یاسر حیث اکرھہ اھل مکہ	بن یاسر نے کیا جب اہل مکہ نے اوسپر جبر کیا۔

حاصل اس روایت کا یہ ہوا کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے کسی نے یہ روایت بیان کی کہ جناب امیر نے فرمایا تھا کہ مجھکو برا کہہ لیجیو مگر مجھپر تبرا ست کیجیو اس روایت کو امام جعفر صادقؑ نے جھوٹا بتایا اور یہ اجازت دی کہ حالت خوف مین جناب امیر پر تبرا کرنا جایز ہے جیسے عمارؓ نے اہل مکہ سے مجبور ہوکر کلمات کفر کے کہے تھے۔

تعجب ہے کہ تقیہ مین جناب امیر پر تبرا جایز ہو مگر نبیذ پینا اور موزون پر مسح کرنا جایز نہ ہو۔ بہر حال یزید کی بیعت جناب امیر پر (معاذ اللہ منہا) تبرا کرنے سے بہت سہل تھی پھر جناب امام حسین علیہ السلام نے اجر تقیہ کیون چھوڑا اور سنت ائمۂ سابقین کی کیون مخالفت کی۔

جناب امام حسین علیہ السلام کے واسطے تو یقیناً حالت خوف تھی حالانکہ تقیہ تو بغیر حالت

خوف کے اور بغیر مصلحت دینی کے بھی جائز ہے بلکہ سنت انبیا ہے۔ چنانچہ حضرت یوسف[۱] علیہ السلام کے تقیہ سے یہ مضمون بہت اچھی طرح ظاہر ہو چکا۔

یہ کہنا بھی صحیح نہین کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے اسوجہ سے تقیہ نہ کیا کہ اُنھون نے اہلِ کوفہ کے خطوط سے دہوکا کھاکر عزمِ جہاد کیا تھا اس لئے کہ جب مدینہ مین یزید کی بیعت سے انکار کیا ہے اُسوقت تک اہل کوفہ کے خطوط نہین آئے تھے پس کوئی وجہ تقیہ چھوڑنے کی نہ تھی۔ قطع نظر اسکے حالتِ خوف مدینہ مین بلکہ تمام عرب مین موجود تھی اس لئے کہ یہ سب مُلک یزید کی حکومت مین تھا اور جن شیعیان عراق نے خط لکھے تھے اور اُن سے مدد کی امید تھی وہ کوفہ مین تھے ایسی حالت مین تقیہ چھوڑنے کا کیا موقع تھا اور عزم جہاد مانع تقیہ نہ تھا حالتِ خوف مین تقیہ کرکے بیعت کرتے اور جب سامانِ جہاد مہیا ہو جاتا جہاد کرتے۔ کیا جناب امام حسن علیہ السلام کی حالت یاد نہ تھی کہ اونھون نے عزم جہاد چھوڑا اور تقیہ کرکے امیر شام کی بیعت کی علاوہ اسکے جناب امام حسین علیہ السلام نے اہلِ کوفہ کے خطوط پر ابتدا مین ہرگز اعتماد نہین کیا تھا بلکہ امتحان کے لئے حضرت مسلم کو بھیجا جب مُسلم کا خط آگیا اُسوقت عزمِ جہاد کیا۔ صرف شیعیان کوفہ کے خطوط کو دیکھ کر عزمِ جہاد کیسے کرسکتے تھے حالانکہ اُنکی بدعہدی پہلے سے معلوم تھی اس لئے کہ جناب امیر اور جناب امام حسن علیہما السلام کو بھی وہ دغا دے

---

[۱] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صلا

چکے تھے پھر ایسے دغابازونکی تحریرین کیا قابلِ اعتبار تھین پس اس مین کچھ شک نہین کہ جس وقت امام حسین علیہ السلام نے بیعتِ یزید سے انکار کیا وہ حالتِ خوف تھی اور ایسی حالت مین تقیہ واجب تھا اور ترک تقیہ کی صورت مین وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ موجود یعنے جو تقیہ نکرے وہ بیدین ہے۔

سب سے زیادہ عجیب یہ قول ہے کہ (اہل کوفہ کی بیوفائی ظاہر ہونے کے بعد امام نے ہرچند قصد رجوع کیا مگر رجوع ممکن نہوا)

رجوع ممکن نہونے کی وجہ فقط یہ تھی کہ برادران مسلم رضؓ رجوع پر راضی نہوئے۔ پس جب اُنھون نے امام کے حکم کی اطاعت نہ کی اور نافرمان بنگئے تو امام نے اونکی رائے سے موافقت کیون کی اور تقیہ واجب کو ترک کیا امامین سابقین کی مخالفت کی وعید لَادِیْنَ لِمَنْ لَاتَقِیَّۃَ لَہٗ کا بھی لحاظ نہ کیا۔

مولوی حامد حسین اور اونکے والد ماجد نے جو یہ تحریر فرمایا کہ (ہرچند قصد رجوع کرد ممکن نشد) اس سے یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ بعض شیعہ جو امام کے تقیہ نکرنے کی وجہ یہ بیان کرتے ہین کہ (امام کو عزم جہاد کے بعد رجوع جایز نہین) اور بعض یہ کہتے ہین کہ (امام نے اپنے عہد پر عمل کیا جو منزل من اللہ تھا اور اس مین یہی حکم تھا کہ جاؤ لڑو اور مرو) یہ دونون جواب باطل ہین اس لیے کہ ان دونون صورتون مین امام کو قصد رجوع ہرگز جایز نہوتا حالانکہ امام نے رجوع کی کوشش کی جس مین مخالفت برادران مسلم کی وجہ سے کامیابی نہوئی۔

اب اس امر پر بھی غور کرنا چاہئے کہ شُبہ یہ تھا کہ جناب امام حسین علیہ السلام سنے حالتِ خوف مین تقیہ کیون نہ کیا اسکا جواب صاحب رسالہ تقیہ سنے یہ دیا کہ" ہرچند قصد رجوع کیا مگر ممکن نہ ہوا۔ اگر یہ تسلیم کرلیا جائے کہ امامؑ سنے حتی الامکان رجوع کی کوشش کی مگر رجوع کرنا اونکے اختیار سے باہر ہوگیا اور وہ مجبوری اور بے اختیاری کی حالت مین خلاف اپنی مرضی کے کربلا تک پہنچادئے گئے تب بھی یہ جواب اُس شُبہ کو زائل نہین کرتا اس لئے کہ قصدِ رجوع تقیہ نہین۔ قصدِ رجوع سے یہ مراد ہی کہ جہاد کا قصد ترک کیا تھا۔ مگر بیعت نکرنے پر وہی اصرار باقی تھا اور تقیہ کی صورت تو یہ تھی کہ یزید کے یا سرداران یزید کے پاس جاکر یزید کی بیعت کرلیتے بس باوجود قصدکر رجوع ممکن نہ ہونے سے ترکِ تقیہ واجب کا الزام نہین اُٹھ سکتا اسلئے کہ قصد رجوع کیا تھا نہ قصدِ تقیہ۔

کربلا مین پہنچنے کے بعد جب امام کا راستہ روکا گیا اور دو روز تک فریقین مین بحث رہی اُسوقت بھی امامؑ سنے تقیہ نکیا اور انکار بیعت پر اصرار رہا اسکا جواب یہ دیا گیا کہ (امام شاید یہ جانتے ہونگے کہ بیعت کرنا کچھ مفید نہو گا اور اہلِ شام کسی صورت مین بیوفائی نہ چھوڑین گے) مگر یہ جواب ہرگز صحیح نہین اس لئے کہ یہ جاننا بطور الہام یا خبر رسول یا جفر و نجوم وغیرہ علوم ائمہ کے ہوگا اُسکا اعتبار نہین اس لئے کہ صاحبِ رسالہ تصریح کرچکے ہین کہ احکام ظاہر حال پر مبنی ہوتے ہین۔ ظاہری حالت جو روایاتِ شیعہ سے ثابت ہوتی ہر وہ یہی ہی کہ گروہِ شام بیعت کا طالب تھا بس ظاہری حجت ختم

کرنا واجب تھی۔ ملا باقر مجلسی نے جو روایتین جلاء العیون مین لکھی ہین اُن سے ظاہر ہوتا ہی کہ عمر سعد وغیرہ آخر وقت تک اس کوشش مین تھے کہ کسی طرح امام بیعت یزید کرلین اور اُنکو امام سے لڑنا سخت ناگوار تھا مگر جب امام نے بیعت نہ کی تب مجبور ہو کر اُنھون نے امام کو شہید کیا۔

آخر اُنھین امام حسین علیہ السلام کے خلف الصدق جناب امام زین العابدین علیہ السلام نے کیسی عاجزی کے ساتھ یزید کی غلامی کا اقرار کیا چنانچہ کافی کی کتاب الروضہ[1] مین ہی۔

امام زین العابدینؑ کا یزید کے سامنے اقرار غلامی کرنا۔

عن يزيد بن معاوية قال سمعت ابا جعفر عليه السلام يقول ان يزيد بن معاوية دخل المدينة وهو يريد الحج فبعث الى رجل من قريش فاتاه فقال له يزيد اتقر لي انك عبد لي ان شئت بعتك وان شئت استرققتك فقال له الرجل والله يا يزيد ما انت باكرم مني في قريش حسبا ولا كان ابوك افضل من ابي في الجاهلية والاسلام

یزید بن معاویہ کہتا ہی کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے سُنا وہ فرماتے تھے کہ یزید بن معاویہ مدینہ مین آیا اور اُسکا ارادہ حج کا تھا تو اُس نے قریش مین سے ایک شخص کو بلایا جب وہ آیا تو اُس سے یزید نے کہا کہ کیا تو میرے واسطے یہ اقرار کرتا ہی کہ تو میرا غلام ہے اگر مین چاہون تو تجھے بیچ ڈالون اور اگر چاہون اپنا غلام بنائے رکھون تو یزید سے اُس شخص نے کہا کہ واللہ اے یزید باعتبار حسب کے تو قریش مین مجھسے زیادہ بزرگ نہین اور نہ تیرا باپ میرے باپ سے افضل تھا نہ زمانۂ جاہلیت مین نہ زمانۂ

[1] کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ ص۱۱۱

وما انت بافضل منی فی الدین
ولا بخیر منی فکیف اقر لک
بما سألت فقال له یزید ان لم
تقرلی والله قتلتک فقال
له الرجل لیس قتلک ایای باعظم
من قتلک الحسین بن علی فامر به
فقتل۔
ثم ارسل الی علی ابن الحسین بن علی
علیہم السلام فقال له مثل مقالته
للقرشی فقال له علی بن الحسین
علیہما السلام ارایت ان لم اقرلک
الیس تقتلنی کما قتلت الرجل
بالامس فقال له یزید لعنه الله
بلی۔ فقال له علی بن الحسین
علیہما السلام انا عبد مکره لک
فان شئت فامسک وان شئت فبع

اسلام مین اور نہ تو مجھسے دین مین افضل ہے اور نہ بہتر
پس مین تیرے لئے ایسا اقرار کیون کرون جو تو چاہتا ہے
تو یزید نے اُس سے کہا کہ اگر تو میرے سامنے ایسا
اقرار نکرے گا تو مین تجھکو قتل کر دونگا تو یزید سے اُس
شخص نے کہا کہ تیرا مجھکو قتل کرنا حسین بن علی بن رسول
کے قتل کرنے سے بڑا نہین تو یزید نے اوسکے قتل کا
حکم دیا اور وہ قتل ہوگیا۔

پھر اُس نے امام زین العابدین علیہ السلام کو بلایا اور
اونسے بھی وہی گفتگو کی جو قرشی سے کی تھی۔ تو امام
زین العابدین علیہ السلام نے اُس سے کہا کہ بے مجھے
یہ بتا کہ اگر مین تجھسے یہ اقرار نکرون تو کیا مجھکو تو اسی
طرح قتل نہ کرے گا جیسے تو نے کل اُس شخص کو قتل
کر دیا۔ تو امام سے یزید ملعون نے کہا کہ ہان ایسا ہی کرونگا
تو اُس سے امام زین العابدین علیہ السلام نے کہا کہ
مین مجبوری مین تیرا غلام ہون تو چاہے تو مجھے غلامی
مین رکھ اور چاہے بیچ ڈال۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ امام زین العابدین علیہ السلام نے حالت مجبوری

مین کس طرح یزید کی غلامی کا اقرار کیا اور اپنی جان بچالی امام حسینؑ نے بیعت نہ کی اور اپنی جان کھوئی۔

اگر مدیر تو اندیشہ تمام کند

آمدم بر سر مطلب اب غور فرمائیے کہ جس شہادت کی وجہ سے بشارت حسینؑ بار بار رد ہوتی تھی اور اونکی ولادت بھی ناگوار تھی وہ ایسی چیز تھی جسکو جناب امام حسینؑ نے باسباب ظاہر اپنے قصد سے اختیار کیا اس لئے کہ تقیہ نکیا اب اس سے بھی قطع نظر کیجئے اور اسکے بعد کے واقعات پر غور کیجئے۔

اگر انکی تنہائی اور بیکسی کی مصیبت سخت سمجھی گئی تھی جسکی وجہ سے یہ نفرت تھی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو یہ بھی انھون نے باختیار خود بڑھائی اور جو فوج انکے ساتھ تھی اسکو رخصت کردیا چنانچہ ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۵۱] مین لکھا ہے۔

" در تفسیر امام حسن عسکری مسطور ست کہ امام فرمود کہ چون امتحان کردہ شد امام حسینؑ و آنہا کہ با آنحضرت بودند بالشکر شقاوت اثر کہ او را شہید کردند و سر مبارکش را با خود داشتند در آن وقت فرمود بہ لشکر خود کہ شما را حلال کردم از بیعت خود پس ملحق شوید بخویشان و قبیلہا و دوستان خود و باہل بیت خود فرمود کہ حلال کردم بر شما بیعت خود را کہ شما تاب مقاومت این جماعت ندارید زیرا کہ آنہا اضعاف شمایند و قوت د ...

[۵۱] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۳۹۰

ایشان زیادہ از شمات مرا باشان واگذارید کہ حق تعالے مرا یاری خواہد کرد و مرا از نظرِ نیک خود خالی نخواہد گذاشت پس لشکر آنحضرت سفارفت کردند و خویشان نزدیک آنحضرت ابا کردند و گفتند ما از تو جدا نمی شویم"

اس روایت سے صاف ظاہر ہو گیا کہ جناب امام نے اپنے اختیار سے اپنی جماعت کم کر لی اور لشکر کو خوشی سے رخصت کر دیا باینہمہ اونکے عزیز و اقربا جو بہتر آدمی تھے آخر وقت تک اونکے ساتھ رہے۔

اسکے علاوہ اللہ کی مدد اونکے لئے نازل ہوئی تھی جسکو اُنھون نے اپنے اختیار سے قبول نہ کیا اصول کافی مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے کہ

امام فرماتے ہین کہ جب نصر حسین علیہ السلام پر نازل ہوا تو زمین اور آسمان کے درمیان مین تھا پھر اختیار دئے گئے حسینؑ کہ اوسکی مدد اختیار کرین یا اللہ کی ملاقات اختیار کرین تو حسین نے اللہ کی ملاقات اختیار کی۔	قال لما نزل النصر علی الحسین بن علی کان بین السماء و الارض ثم خیر النصر او لقاء اللہ فاختار لقاء اللہ

شارحین کافی نے لکھا ہے کہ نصر نام ایک فرشتہ کا تھا جو امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نازل ہوا تھا۔

اس روایت سے ظاہر ہوا کہ امام حسین علیہ السلام کو اختیار دیا گیا تھا کہ اگر چاہین

ہ اصول کافی صہ ۲۹۵

تو اُس بلا سے نجات پاوین اور اللہ کا فرشتہ اُسی وقت تمام فوج شام کو غارت کردیتا مگر امام حسین علیہ السلام نے وہ مدد قبول نہ کی اور اللہ کی ملاقات اختیار کی۔ پس جس مصیبت کو باوجود قدرت کے دفع نکیا وہ مصیبت ایسی ناگوار کیونکر ہوگئی کہ رسولؐ نے اور جناب سیدہ نے اوسکی وجہ سے بشارت حسین کو رد کیا اور جناب سیدہ کو ولادت حسینؑ ناگوار تھی۔ اس حدیث کا ترجمہ صافی شرح کافی مین اسطرح لکھا ہی۔

"روایت ست از امام باقر علیہ السلام گفت فرستاد اللہ عزوجل فرشتہ را
کہ نام او نصرت بر امام حسین علیہ السلام در کربلا تا آنکہ ایستاد نصر میان
آسمان و زمین بر سرِ امام حسین علیہ السلام بعد ازان مخیر کرد امام حسین را گفت
کہ نصرت بر اعدا میخواہی یا مرگ و ملاقات تو اللہ تعالی را پس کشتہ شد باختیار خود"

اگر یہ شبہ ہو کہ نصر کی مدد اس لئے اختیار نہ کی کہ اونکے عہدنامہ مین یہ حکم تھا کہ تم قتل ہو جاو تو اسکا جواب یہ ہی کہ

اول تو عہدنامہ کا یہ حکم ہی ماننے کے لایق نہ تھا اس لئے کہ نص قرآنی کے مخالف تھا جسمین صاف یہ حکم ہی کہ اپنے اختیار سے ہلاکت مین نہ پڑو اور جو مضمون قرآن کے مخالف ہو وہ رد کرنے کے لایق ہے۔

دوسرے اگر یہ مان لیا جاوے کہ فی الواقع عہدنامہ کی روایت صحیح ہی اور یہ حکم باوجود مخالفت قرآن کے بھی ماننے کے لایق تھا تو ظاہر ہی کہ دوسرا حکم جو نصر کے ساتھ نازل ہوا کہ اختیار ہی کہ ان دونون صورتون مین سے جس صورت کو چاہو اختیار کرو

اس سے پہلا حکم عہدنامہ کا منسوخ ہوگیا جب دونون حکم اللہ کی طرف سے تھے تو اعتبار آخر کے حکم کا ہوگا۔

اب اگر یہ شبہ ہو کہ جناب امام حسین علیہ السلام نے نصر کی مدد اس لئے اختیار نہ کی کہ تقدیر الٰہی معلوم ہوچکی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر علیہ السلام اور بہت سے انبیاء سابقین بڑے شد و مد سے اس حادثہ کی خبر دے چکے تھے۔ پس اگر جناب امام شہید نصر کی مدد اختیار کر لیتے تو اللہ کی تقدیر بدلتی اور یہ تمام پیشین گوئیان غلط ہو جاتین۔

اسکا جواب یہ ہی کہ امام پر اپنی جان بچانا اور ہلاکت سے بچنا واجب تھا اور اُسکی وجہ سے جو مشکلات لازم آتین اُنمین امام پر کیا الزام تھا۔

قطع نظر اسکے اللہ نے خود ان امور کا لحاظ نہ کیا اور امام کو اختیار دیا کہ دونون صورتون مین سے جونسی صورت چاہین اختیار کر لین پس اگر یہ امور ناشدنی ہوتے تو اللہ جناب امام کو اختیار کیون دیتا جب اختیار دیدیا تو ان تمام امور کا تدارک بھی اللہ کے ذمہ تھا۔

اسکے علاوہ اللہ کو اپنی تقدیر بدلنے کا اختیار تھا وہ لوح محفوظ سے جس تقدیر کو چاہتا ہے محو کر دیتا ہے اور جسکو چاہتا ہی باقی رکھتا ہی جسطرح اللہ نے خروج مہدی کا وقت سنہ ستر مین مقرر کر دیا تھا اور پھر قتل حسین کیوجہ سے ناراض ہوکر وہ وقت بدل دیا اور سنہ ایکسو چالیس ہجری مقرر کر دئے اور پھر نا اہلون نے جو یہ حدیث مشہور کر دی تو اُسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اب اُسکا وقت ہزارون برس کے لئے ٹل گیا ائمہ کو بھی اوسوقت کی خبر

نہین دی گئی اس لئے کہ وہ اس راز کو چھپا نہ سکے حالانکہ اسرار دین کا چھپانا نہایت تاکید سے واجب کیا گیا ہے۔ مگر اُنھون نے خلاف مرضی آلٰہی ہر اہل و نااہل پر اس بھید کو ظاہر کردیا اور اہل و نااہل مین ذرا تمیز نہ کی پس جسطرح خروج مہدی کا وقت دومرتبہ ٹلگیا اور اللہ کی تقدیر دو مرتبہ بدلی اور ائمہ معصومین کی پیشین گوئی دو مرتبہ غلط ہوگئی۔ اسی طرح وقت شہادت حسینؓ بھی ٹلجاتا اور اس امر مین بھی اللہ کی تقدیر بدل جاتی او پیشین گوئیون کا ظہور بھی ملتوی ہوجاتا اور پھر وقت ٹلتے ٹلتے قیامت تک ٹل سکتا تھا۔

آخر خروج مہدی کا وقت جو سنہ ستر مین مقرر ہوا تھا وہ بھی تو شہادت حسینؓ کی وجہ سے ہی ٹلا تھا اس سے بہتر تھا کہ شہادت حسین ہی ٹلجاتی۔

اگر امام حسین علیہ السلام نصر کی مدد قبول کر لیتے تو انکی جان بچنے کے سوا اور بھی کئی فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ اللہ کو اتنا غصہ نہ آتا جسکی وجہ سے خروج مہدی کا وقت جو سنہ چالیس مین مقرر ہوچکا تھا بدلنا پڑا۔

دوسرے یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ صدمہ نہوتا جسکی وجہ سے بار بار خدا کی بھیجی ہوئی بشارت رد کرنا پڑی تھی۔

تیسرے یہ کہ شیعون پر دو احسان ہوتے ایک یہ کہ سنہ چالیس مین مہدی ظاہر ہوجاتے پس جو بے انتہا مصائب شیعون پر آئے اُس سے نجات ملجاتی اور اوسی وقت سے شیعون کا غلبہ ہوجاتا۔

دوسرے یہ کہ ہرسال جو بغیر حدوث کسی تازہ رنج کے باربار گریہ وزاری اور نوحہ وشیون مین مبتلا ہوتے ہین اس بے وجہ واویلا کی دردسری سے بھی چھوٹتے۔ افسوس کہ جناب امام نے نہ اپنی جان کا لحاظ کیا نہ اپنے ساتھیونکی جان کا - نہ یہہ خیال کیا کہ اللہ کا غضب تمام زمین والون پہ نازل ہوگا۔ خصوصاً شیعون پر اوس کا اثر زیادہ پہنچے گا۔ نہ یہ خیال ہوا کہ رسول اللہ صلعم اور جناب سیدہ کی روح مبارک کو صدمۂ عظیم ہوگا جسکی وجہ سے ردِ بشارت تک نوبت پہنچی تھی۔ اگر وہ نصر کی مدد قبول کرلیتے تو یہ سب آفتین ٹل جاتین۔

بیان مذکورۂ بالا سے بخوبی ظاہر ہوگیا کہ آخر وقت تک کوئی مجبوری جناب امام حسین علیہ السلام پر نہ تھی پھر یہ واقعہ ایسا ناگوار کیون تھا جسکی وجہ سے اونکی بشارت باربار رد ہوتی تھی۔

اگر یہہ گمان ہو کہ جو مصائب جنابِ امام اور اونکے ساتھیون پر بوقت قتل واقع ہوئے وہی ایسے ناگوار تھے جنکی وجہ سے ردبشارت تک نوبت پہنچے مثلاً اونکا جسم مبارک زخمون سے چورچور ہوا تیرون سے چھن گیا۔ خنجر کی تیز دھار گردن پر پھیری گئی۔ یہ سختیان ایسی تھین جن کا تصور بھی ناگوار تھا تو اس کا جواب یہ ہے کہ جنابِ امام پر درحقیقت کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔ قطب الدین راوندی نے کتاب الخرایج والجرایح[1] مین لکھا ہے کہ

عن ابی جعفر قال قال الحسین لاصحابہ قبل ان یقتل ان	امام باقر علیہ السلام سے روایت ہے وہ فرماتے ہین کہ امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونے سے پہلے اپنے

[1] الخرایج والجرایح مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۳۳ فصل الرحبۃ ۱۲

رسول اللہ قال یا بنی انک سنساق الی العراق و انک تستشہد بہا ویستشہد معک جماعۃ من اصحابک لا یجدون الم مس الحدید وتلا قلنا یا نار کونی بردا وسلاما علی ابراھیم تکون الحرب علیک وعلیہم بردا وسلاما فابشروا

ساتھیوں سے کہدیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اے میرے بیٹے قریب ہے کہ تو نکالا جائیگا عراق کی طرف اور تو وہان شہید کیا جاویگا اور تیرے ساتھ ایک جماعت تیرے ساتھیونکی شہید ہوگی۔ نہ پاوینگے ایذا آہنی ہتھیارون کے زخمونکی اور پھر یہ آیت پڑھی کہ قلنا یا نار کونی الخ یعنی ہمنے کہدیا کہ اے آگ ہوجا ٹھنڈک اور سلامتی ابراہیم پر ہوجاوے گی جنگ تجھپر اور اونپر ٹھنڈک اور سلامتی بس تم بشارت پالو۔

اس روایت سے ظاہر ہوگیا کہ کربلا کی تمام سختیان جناب امام حسین علیہ السلام اور اونکے ساتھیون پر آسان ہوگئی تھین پہلے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسکی خبر دیگئے تھے اور جناب امام نے اپنے ساتھیون کو پہلے سے یہ بشارت سنا دی تھی۔ شاید اسی وجہ سے امام حسین علیہ السلام نے کوئی موقع اپنے بچاؤ کا اختیار نہ کیا اور اللہ کی مدد بھی قبول نہ کی اور خوشی خوشی موت پر راضی ہوگئے اس لئے کہ اس حالت مین اونپر کوئی سختی نہ تھی بلکہ بہت راحت تھی اور وہی حالت تھی جیسے نمرود نے ابراہیم علیہ السلام کو آگ مین ڈالا تھا اور وہ اونپر گلزار ہوگئی تھی۔

اب اگر یہ خیال ہو کہ شاید بعد قتل اونکی لاشین گھوڑونکی ٹاپون سے روندی گئی ہونگی

یہ مصیبت ناگوار تھی اور اسی وجہ سے بشارت رد کی گئی اور ولادتِ حسین ناگوار تھی سو یہ خیال بھی صحیح نہین چنانچہ اصول کافی[1] مین روایت ہی کہ جب امام حسین علیہ السلام قتل ہو گئے تو قوم نے یہ ارادہ کیا کہ اونکے جسم کو گھوڑون سے روندین حسب اتفاق ایک شیر ایک طرف کھڑا ہوا تھا فضہ رضی اللہ عنہا شیر کے پاس گئین تو فضہ نے شیر سے

فقالت یا ابا الحارث فرفع راسہ ثم قالت اتدری ما یرید من ان یعملوا غدا بابی عبد اللہ یریدون ان یوطئوا الخیل ظہرہ قال فمشی حتی وضع یدہ علی جسد الحسین علیہ السلام فاقبلت الخیل فلما نظروا الیہ قال لہم عمر بن سعد لعنہ اللہ فتنۃ لا تثیروہا انصرفوا فانصرفوا

کہا کہ اے ابو الحارث[2] تو شیر نے اپنا سر اوٹھایا پھر فضہ نے کہا کہ تجھکو معلوم ہی کہ دشمنون کا کیا ارادہ ہے کہ کل کو امام حسین علیہ السلام کے ساتھ کیا کرینگے اونکا ارادہ ہے کہ گھوڑے اُنکے اوپر دوڑاوین۔ راوی کہتا ہے تو شیر چلا اور اُس نے اپنا ہاتھ حسینؑ کے جسم مبارک پر رکھدیا تو سوار آئے جب اُنھون نے شیر کو دیکھا تو اُن سے عمرِ سعد نے کہا کہ یہ فتنہ ہے اسکو مت اُٹھاؤ پھر چلو تو سب پھر گئے۔

اگر یہ خیال ہو کہ اگرچہ جناب امام حسین علیہ السلام پر میدانِ کربلا مین کسی قسم کی تکلیف نہین ہوئی اور نہ اُنکی لاش روندی گئی اور بڑی راحت و عیش مین اُنکی شہادت ہوگئی جیسا کہ جرائح کی روایت سے ظاہر ہو چکا مگر بعد شہادت امام جو اہلبیت کو اسیر کرکے یزید کے پاس لے گئے وہانکی سختیان جو اہلِ بیت پر گذرین وہ ناگوار

---

[1] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۵
[2] ابو الحارث عرب مین شیر کی کنیت ہے۔

تھین اسوجہ سے بشارت حسینؑ رد ہوتی تھی اور ولادت حسینؑ ناگوار تھی تو ان واقعات کی تفصیل جو مُلّا باقر مجلسی نے جلاء العیون مین تحریر فرمائی ہے اُس کو ہم تنقیحؒ سے نقل کرتے ہین۔

"یزید گفت اے ہند نوحہ وزاری بکن بر فرزند رسول خدا و بزرگ قریش کہ ابن زیاد لعین درامر او تعجیل کرد و من راضی بکشتن او نبودم پس اہل بیت را در خانہ او جائے داد و ہر چاشت و شام حضرت امام زین العابدین را بر سر خوان خود مے طلبید۔"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ یزید نے اہل بیت کو بہت تعظیم سے رکھا اور بڑی عزت کے ساتھ مہمانی کی اور شہادت حسینؑ سے اپنی بیزاری ظاہر کی اور یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ شہادت امام حسین علیہ السلام کے بعد دُنیا کے آدمیون مین سب سے پہلے ماتم حسین کا حکم یزید نے دیا اور سب سے پہلے یہ رسم یزید نے جاری کی اور سب سے پہلے یزید کے گھر مین حسین علیہ السلام کا ماتم ہوا۔ ؎

رسمِ ماتم بنا یزید نمود
ہر کہ آمد بر آن مزید نمود

پھر جلاء العیون مین یہ بھی لکھا ہے۔

"روزِ ہشتم یزید اہلِ بیت را طلبید و نوازش و عذر خواہی کرد و تکلیف بماندن شام کرد چون قبول نکردند محملہای مزین برای ایشان

لہ تنقیح صفحہ ۱۶۵

ترتیب داد و اموال برائے خروج ایشان حاضر کرد و گفت اینہا عوض آنست کہ نسبت بہ شما واقع شدہ۔"

اس روایت سے ظاہر ہو گیا کہ بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا اور بہت سامان بھی دیا۔ آپ فرمائیے قتل حسین میں وہ کونسی مصیبت تھی جسکے لئے بشارت حسینؑ رد ہوئی تھی اور ولادت حسین ناگوار تھی اور پھر اولاد حسین میں امامت کی خبر سُنکر یہ مصیبت گوارا ہو گئی۔ حالانکہ امام حسین علیہ السلام پر جو مصیبت آئی وہ آخر عمر میں آئی اور باقی ائمہ تو تمام عمر مصیبت میں رہے۔

کیا شہادت حسینؑ کی یہی مصیبت تھی جسکے لئے ملائکہ میں اور حضرت آدم کے وقت سے تمام انبیاء سابقین میں قبل از مرگ واویلا بلکہ ہزارہا سال قبل از ولادت واویلائے مرگ تھی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ستاروں پر نظر ڈالی تھی اور اسکے بعد اپنے آپ کو بیمار بتایا تھا جسکا ذکر قرآن میں ہے وہ بیماری اسی شہادت حسین کے غم کی تھی چنانچہ اصول[۵] کافی میں ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی قول اللہ عزوجل فنظر نظرۃ فی النجوم فقال انی سقیم قال حسب فرای ما یحل بالحسین فقال انی	امام جعفر صادق علیہ السلام سے اس آیت کی تفسیر میں روایت ہے کہ (پھر نظر ڈالی ابراہیمؑ نے ستاروں پر اور کہا کہ میں بیمار ہوں) امام فرماتے ہیں کہ ابراہیم علیہ السلام نے ستاروں کو دیکھ کر نجوم کا حساب کیا

[۵] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۲۹۴

سقیم لما یحل بالحسین علیہ السلام	تو اُنکو وہ حالت معلوم ہوگئی جو حسینؑ پر آنے والی تھی اس لئے کہا کہ مین بیمار ہون اُس غم مین جو حسینؑ پر گذرنے والا ہے۔

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہوگیا کہ ابراہیم علیہ السلام نجوم کے حساب سے واقعات آیندہ کا حال معلوم کیا کرتے تھے۔

اس سے بڑھکر اور سُنئے یہی مصیبت حسین جس مین کچھ بھی ایذا نہ تھی قرآن کے حروف مقطعات مین بھی مذکور ہے چنانچہ مُلّای مجلسی حیات القلوب[ل۵] مین فرماتے ہین ؎

"وبسند معتبر منقول ست کہ سعد بن عبد اللہ از حضرت صاحب الامر صلوات اللہ علیہ سوالے چند کرد درہنگامیکہ آنحضرت کودک بود و در دامن حضرت امام حسن عسکری نشستہ بود و ازجملہ آن سوال ہا آن بود کہ پُرسید از تاویل کھیعص فرمود کہ این حروف از خبرہائے غیب ست کہ مطلع گردانید خدا برآنہا بندہٴ خود زکریا را وبعد ازان برائے محمدؐ ذکر کردہ است واین قصہ چنان بود کہ زکریا از پروردگار خود سوال کرد کہ تعلیم او نماید نامہای آلِ عبا صلوات اللہ علیہم را پس جبرئیل نازل شد وآن نامہای مقدس تعلیم او نمود پس زکریا ہرگاہ محمد و علی و فاطمہ و حسن صلوات اللہ علیہم را یاد می کرد اندوہ والم او برطرف می شد وچون نامِ حسینؑ را یاد می کرد

ل۵ حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ جلد اول صہ ۳۴۳

گریہ در گلوے او گرہ می شد واز بسیاری گریستن نفس او تنگ می شد
پس روزے مناجات کرد کہ خداوندا چرا آن چہار بزرگوار را کہ یاد می کنم
غمہا از دلم بیرون میرود و دلم کشادہ می شود وچون حسینؑ را یاد می کنم
دیدہ ام گریان و دلم محزون می شود ونالہ بلند میگردد پس حق تعالی واقعہ
کربلا را باو وحی نود چنانچہ فرمودہ است کہیعص کہ کاف اشارہ است
بکربلا و ہا بہلاک عترت رسولؐ در آن صحرا و یا یزید علیہ اللعنۃ والعذاب
الشدید کہ ظلم کنندہ بر حسین علیہ السلام ست و عین عطش و تشنگی آنحضرت ست
وصاد صبر آنحضرت چون زکریا این را شنید سہ روز از جای نماز
خود بیرون نیامد و منع کرد مردم را کہ نزد او نروند ودر آورد گریہ و
افغان ولوحہ و مرثیہ می خواند برائے مصیبت او و می گفت آیا بدرد
خواہی آورد دل بہترین جمیع خلقت را بمصیبت فرزند او آیا این بلیہ
ومحنت را بساحت عزت او فرود خواہی آورد آیا جامۂ این ماتم را بر علیؑ
وفاطمہؑ خواہی پوشانید آیا شدت این درد و محنت را بعرصۂ قرب و
منزلت ایشان داخل خواہی کرد پس می گفت الٰہی روزی کن مرا فرزندی
بایں پیری کہ دیدۂ من باو روشن گردد وچون بمن عطا کنی مرا بہ محبت
آن فرزند مفتون گردان پس دل مرا بمصیبت او بدرد آور چنانچہ دل محمد
حبیب خود را بفرزندش بدرد خواہی آورد پس خدا حضرت یحییٰ را بآنحضرت

روز بہی کرد و مصیبتِ او دلِ اورا بدرد آورد۔"

حضرت زکریا علیہ السلام نے ہزارون برس پہلے امام حسین علیہ السلام کی شہادت کا اتنا بڑا ماتم کیا حالانکہ اس شہادت کے واقعہ مین کچھ بھی مصیبت نہ تھی۔

جو صاحبِ انصاف عقلِ سلیم رکھتا ہو اور تعصب سے خالی ہو وہ ان روایتون پر غور کرنے سے معلوم کرسکتا ہی کہ احادیث شیعہ کے راوی ائمہ پر افترا کرنے اور روایات کے تصنیف کرنے مین کیسا یدِ طولی رکھتے تھے۔

بہرحال یہ تعجب کسی طرح رفع نہین ہوسکتا کہ جس شہادت مین کچھ بھی مصیبت نہ ہو اُسکے واسطے حضرت آدم سے لیکر ہمارے نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام انبیا مین اتنا بڑا ماتم کیون قایم ہوا۔

اور جنابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جنابِ سیّدہ نے جو بشارت کو بار بار رد کیا اور ولادت بھی ناگوار ہوئی اُسوقت اجرِ شہادت کی فضیلتِ عظیم پر کیون نہ لحاظ کیا حالانکہ حضراتِ شیعہ کا یہ بھی قول ہی کہ یہی شہادت بخشش امتِ رسول کا ذریعہ بنیگی پس اتنی بڑی نعمت کیون رد کیجاتی تھی حالانکہ امام شہید کو اس مصیبت کی اتنی بھی پروا نہوئی کہ اوسکو دفع کی دعا مانگتے۔

اب تصویر کا رُخ بدلو اور یہ فرض کرلو کہ اللہ کی طرف سے فرشتہ بھی امام حسین علیہ السلام کی مدد کے لئے نہین اُترا تھا اور نہ اُنکو اُس فرشتے سے مدد لینے کا اختیار دیا گیا تھا اور جو سختیان قتل کی اور ایذا ہتھیارون سے زخمی ہونے کی ہوتی ہی وہ بھی جناب امام اور اونکے ساتھیون پر پہنچی۔ اسی طرح شیر نے جو لاش

کی حفاظت کی اور یزید نے جو ماتم کیا اور اہل بیت کی مدارات کی یہ بھی غلط ہے
تب بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب سیدہ کو خدائی کے کارخانون مین کیا
دخل تھا اللہ کی تقدیر اور حکمت مین بندہ کو کیا چارہ بہت سے انبیا بھی قتل ہو چکے
ہین اور اکثر مقربین پر اس قسم کے مصائب آیا کرتے ہین اللہ جو چاہے وہ کرے اپنی
حکمت اور مصلحت کو وہی خوب جانتا ہے۔ ایسے مصائب پر کاملین کا فرض ہے کہ طریقہ
صبر و شکر اور تسلیم و رضا اختیار کرین۔ رسولؐ اور جناب سیدہ سے بڑھکر مقرب
بارگاہ الہی اور کون ہوسکتا ہے پھر کیا وجہ کہ تقدیر الٰہی پر راضی نہ ہوئے اور رضا
و تسلیم کا طریقہ چھوڑا اور بار بار بشارت رد کی اور جناب سیدہ کو ولادت حسین بھی ناگوار
ہوئی کیا انکی ناگواری سے تقدیر الٰہی ٹل گئی۔ پھر اس بیزاری سے کیا فائدہ ہوا۔
حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے پیارے بیٹے کو اللہ کے حکم کی بموجب اپنے ہاتھ سے
ذبح کرنے پر راضی ہوگئے تھے بلکہ اُنھون نے اپنی دانست مین اپنے بیٹے کی
گردن پر چھری پھیر دی تھی جبرئیل نے اُس چھری کے تلے بکرے کی گردن پہنچا
دی۔ اور ہمارے رسول اور جناب سیدہ کو اُس قتل حسینؓ پر صبر نہ تھا جو اُنکی وفات
سے پچاس برس کے بعد ہونے والا تھا۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے اپنی خواہش
سے یہ مصیبت مول لی اور قتل ہونے کے لئے اللہ سے بیٹا مانگا۔
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت
جو صبر کیا تھا ذرا اُسکو بھی ملاحظہ فرمائے۔

حیات القلوب مین ایک طویل روایت مذکور ہے کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جناب امیر علیہ السلام سے بحث کرنے لگا اور وہ انبیائے سابقین کا ایک ایک معجزہ ذکر کرتا تھا اور ہر معجزہ کے مقابلہ مین جناب امیر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ذکر کرتے تھے۔ منجملہ اُسکے یہ بھی ہے۔[له]

"یہودی گفت کہ ابراہیم فرزندِ خود را خوابانید کہ قربان کند حضرت فرمود کہ از برائے ابراہیم بعد از خوابانیدن فرزند خود گوسفند را خدا فرستاد و ذبح نکرد فرزندِ خود را و محمد دروی عظیم تر بدل او رسید در وقتیکہ در جنگِ اُحد بر سرِ عم خود حمزہ آمد کہ شیر خدا و رسول بود و یاورِ دین او بود و او را کشتہ و پارہ پارہ دید بآن محبتے کہ با و داشت از برائے رضائے خدا بقضائے الٰہی تسلیم و انقیاد نمود نزد امر او اظہار جزعی نکرد و آہے نکشید و آب از دیدہ جاری نگردانید و فرمود کہ اگر نہ این بود کہ صفیہ محزون میشد و بعد از من سنتی میشد ہر آئینہ او را چنین می گذاشتم کہ درندگان و مرغان او را بخورند و از شکم آنہا محشور شود"

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ اپنے چچا حمزہ رضی اللہ عنہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمال محبت تھی اور جب وہ غزوۂ اُحد مین شہید ہوئے تو رسول اللہ صلعم نے اونکی لاش کو ٹکڑے ٹکڑے دیکھا تو کیسا صبر کیا اور قضائے الٰہی پر راضی ہوگئے بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جی یہ چاہتا تھا کہ لاش اونکی اسطرح

[له] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۱۱

پڑی رہی اور اسکو درندے اور وحوش و طیور کھاوین اور قیامت کو حمزہ رضؓ ان جانورون کے پیٹ مین سے محشور ہون پس تعجب ہی کہ حمزہ رضؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے شہید ہوئے تو ایسا صبر کیا اور راضی برضا رہی اور حسین علیہ السلام جو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے پچاس برس بعد شہید ہونگے اونکی شہادت کی خبر سنکر ابھی سے یہ بے صبری ظاہر کی کہ بار بار بشارت رد کی۔

حمزہ رضؓ کی شہادت کا تو ایسا اہتمام کہ منظور تھا کہ اُنکی لاش بھی دفن نہ ہو اور حسینؑ کی شہادت سے پچاس بلکہ چوّن برس پہلے یہ نفرت۔ حالانکہ حسین علیہ السلام شہید ہوکر بھی اُنھین کی مجلس مین اور ابد الآباد کے عیش مین پہنچنے والے تھے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم تو ایسے صابر و شاکر تھے کہ اُنھون نے اپنے بیٹے ابراہیم کی موت اپنی خوشی سے گوارا کرلی اور حسین علیہ السلام پر اُسکو فدیہ کردیا۔ چنانچہ ملا مجلسی نے حیات القلوب[۵] مین لکھا ہی ــ

"این شہر آشوب از ابن عباس روایت کردہ است کہ روزے حضرت رسول نشستہ بود و بر ران چپش ابراہیم پسرش را نشاندہ بود و بر ران راست خود امام حسینؑ را نشاندہ بود یک مرتبہ این را می بوسید و یکمرتبہ اورا ناگاہ آنجناب را حالت وحی عارض شد وچون آن حالت ازاو زائل گردید فرمود کہ جبرئیل از جانب پروردگارمن آمد وگفتؐ اے محمدؐ پروردگارت ترا سلام

۵؎ جلد دوم حیات القلوب مطبوعہ لکھنؤ صفحہ ۳۴۵

میرسانند ومیگوید کہ این ہردو را برائے تو جمع نخواہم کرد یکے را فدائے دیگران گردان پس حضرت نظر کرد بسوئے ابراہیم وگریست ونظر کرد بسوئے سید الشہدا وگریست پس فرمود کہ ابراہیم مادرش ماریہ است چون بمیرد کسے بغیر از من برو محزون نخواہد شد ومادر حسین فاطمہ است وپدرش علی ست کہ پسر عم من وبمنزلہ جان من وگوشت وخون من ست وچون او بمیرد دخترم وپسر عمم ہردو اندوہناک می شوند ومن نیز براو محزون میگردم ومن اختیار میکنم حزن خود را بر حزن ایشان اے جبرئیل فدائے حسین کردم ابراہیم را وبہ فوت او راضی شدم پس بعد از سہ روز مرغ روح ابراہیم بجنات نعیم پرواز نمود۔"

اس قصہ مین جو امر سب سے زیادہ عجیب ہے وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بیٹی کے رنج کا تو خیال کیا مگر بیچاری ماریہ جو محض بیکس تھین اور کوئی اونکا والی وارث نہ تھا اسکے رنج کا کچھ بھی خیال نہ کیا آخر وہ بھی اللہ کی مخلوق تھین انسانی حقوق انکو بھی حاصل تھے اور غریب الوطن اور بیکس ہونے کی وجہ سے زیادہ رحم کے قابل تھین۔ حالانکہ جناب ماریہ قبطیہ رضی اللہ عنہا کا بھی وہ مرتبہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے خلفاء کو جو دین رسول کا تمام جہان مین پھیلانے والے تھے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی ملا مجلسی نے حیات القلوب مین جہان بیان معجزات رسول مین واقعات آیندہ کی پیشین گوئیان لکھی ہین وہان بحوالہ ابن شہر آشوب

یہ روایت بھی نقل کی ہے۔

"فرمود کہ چون مصر را فتح کنید قبطیان را نکشید کہ ماریہ مادر ابراہیم از ایشان است و فرمود کہ رومیہ را فتح خواہید کرد چون آنرا فتح کنید کلیسائیکہ در جانب شرقی آن واقع است آن را مسجد کنید"

خلافت کی بشارت

اب حضرات شیعہ انصاف فرمائین کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے مصر کی فتح کی بشارت کس کو دی اس لئے کہ مصر خلیفہ ثانی کے زمانہ مین فتح ہوا ہی پس ظاہر ہے کہ اُنھین کو فتح مصر کی بشارت دی تھی اُنھین سے قوم ماریہ کی سفارش کی تھی اُنھین کو مسجد بنانے کا حکم کیا۔ پس اگر خلیفہ ثانی کی (معاذ اللہ) وہ حالت ہوتی جو شیعون نے فرض کرلی ہی تو رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہ اونکو فتح مصر کی بشارت دیتے نہ اونسے قوم ماریہ کی سفارش کرتے نہ انکو مسجد بنانے کا حکم کرتے اس لئے کہ ایسے لوگون کی بنائی ہوئی مسجد تو مقبول بھی نہین ہوتی۔ پس فتح مصر کی بشارت اور اسکے ساتھ ان دینی کامون کی ہدایت درحقیقت خلافت حقّہ کی بشارت ہی۔ اس قسم کی بہت سی بشارتین خلفا کی خلافت راشدہ کے حق ہونے کی احادیث شیعہ سے ثابت ہین جنکی تفصیل انشاء اللہ تعالیٰ مبحث امامت مین مذکور ہوگی۔

آمدم برسر مطلب قدمائے شیعہ نے جو رد بشارت کا الزام رسول اور جناب سیّدہ پر لگایا یہ محض تہمت اور افترا ہی اور غرض ان روایتون کی تصنیف کرنے سے یہ تھی

سلہ حیات القلوب جلد دوم ص ۴۸۲

کہ عوام ان روایات کو سنکر ماتم حسینؑ مین جہد بلیغ کرین اور حکم صبر کے نصوص سے
اس ماتم کو مستثنیٰ سمجھین اس لئے کہ جب رسولؐ اور جناب سیدہ نے اس حادثہ کو
سنکر صبر نہ کیا اور ایسی بے صبری کی کہ رد بشارت تک نوبت پہنچی تو امت کو تو اور زیادہ
بے صبری اور جامہ دری اور سینہ خراشی اور سرکوبی چاہیے اونکو صرف ماتم کی فضیلت
ثابت کرنا منظور تھی۔ اس سے انکو کیا غرض کہ ان روایتون کے تصنیف کرنے سے
رسول پاک اور جناب سیدہ علیہا السلام پر کیسے الزام عائد ہو گئے اور خود جناب امام
حسین علیہ السلام کی کیسی توہین ہوئی کہ اونکی والدہ ماجدہ کو اونکی ولادت بھی ناگوار تھی
اسی غرض سے اُنھون نے یہ روایتین تصنیف کین کہ انبیاء سابقین بھی اس غم مین
رویا کرتے تھے بلکہ بعض کی تو یہ حالت تھی کہ روتے روتے بے اختیار ہو جاتے
تھے حالانکہ امام حسینؑ علیہ السلام کی جو مصیبت تھی وہ فقط تین دن مین ختم ہو گئی
اور اسکے بعد وہ ابد الآباد کے عیش مخلد مین پہنچے پس ایسی فانی مصیبت بمقابلہ
ایسے عیش مخلد کے کیا حقیقت رکھتی ہے جو انبیا کی نظر اُس عیش پر نہ جاتی اور اس
فانی مصیبت پر جاتی۔ خصوصاً جب یہ بھی ثابت ہو چکا کہ امام حسین علیہ السلام پر کوئی مصیبت
نہ تھی۔ شریعت مین کوئی نظیر ایسی نہین ملتی کہ کسی کی موت پر یا مصیبت پر رونے
کی شارع نے ترغیب دی ہو بلکہ خلاف اسکے احکام صبر نہایت تاکید کے ساتھ
موجود ہین۔ اور بمقتضائے بشریت اپنی مصیبت پر یا غیر کی مصیبت پر بغیر اپنے
قصد کے جو کیفیت رقت کی طاری ہوتی ہے اُسکو شریعت نے جائز رکھا ہے

اس لئے کہ وہ اختیاری فعل نہین اور اُس مین بھی جہانتک ممکن ہو صبر کا قصد
کرنا شرعًا محمود ہے۔

اس مقام پر اگر یہ شُبہ کیا جائے کہ بعض روایات سے ثابت ہوا ہے شہادت
حسین علیہ السلام کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بعض صحابہ نے اسطرح خواب مین
دیکھا کہ موئے مبارک پریشان اور گرد آلود تھے اور خون کا بھرا شیشہ ہاتھ مین تھا
اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ خون حسین کا اور اُنکے ساتھیون کا ہے اس روایت
سے فضیلت ماتم حسینؑ کی ثابت ہوتی ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ احادیث سے ثابت ہوا ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم
کی اصلی صورت خواب مین نظر آتی ہے اور شیطان آپکی صورت مین متمثل نہین ہوتا۔
با این ہمہ خواب کی حالت ایسی مشتبہ ہوتی ہے کہ اُسپر احکام شرع مبنی نہین ہوتے اور
اگر کوئی حکم خواب مین معلوم ہو تو نصوص شرعیت پر اُسکا پیش کرنا واجب ہے اور اگر خلاف
نصوص شرعیت ہو تو اُسپر عمل کرنا جائز نہین۔

جو قصہ اس خواب مین مذکور ہے وہ ایسے واقعات نہین جو درحقیقت واقع ہوتے
ہون۔ نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم قبرِ مبارک سے باہر نکلکر میدانِ کربلا مین تشریف
لے گئے تھے نہ فی الواقع آپکے ہاتھ مین کوئی شیشہ تھا نہ آپ نے اُس مین خون
بھرا تھا بلکہ جو نمونہ کسی حالت کا خواب مین نظر آیا وہ محتاجِ تعبیر ہے اور تعبیر
اُسکی یہی ہو سکتی ہے کہ قتلِ حسینؑ ایک ایسا امرِ عظیم تھا کہ اگر یہ حادثہ رسول اللہ صلعم

کی زندگی مین ہوتا تو آپ کو سخت صدمہ ہوتا۔
قطع نظر اسکے یہ خواب اُسوقت دیکھی گئی تھی جسوقت حادثۂ شہادت واقع ہوا تھا۔
پس جو کچھ اسکا اثر ہوگا وہ حدوث حادثہ کے وقت سے مختص ہوگا مگر ہزارون
برس پہلے اور سیکڑون برس بعد یہ نوحہ وشیون نہایت عجیب ہے۔

۲۰ **کیا عوام** اسپر تعجب نکرین گے کہ ائمہ علیہ السلام حرام جانور کو حلال بتادیا
کرتے تھے اور لوگون کو حرام گوشت کے کھا لینے مین مبتلا کرتے تھے مگر ائمہ کے
لئے تقیہ کی ٹٹی موجود تھی۔ فروع کافی[۵۷] کی کتاب الصید مین ابان بن تغلب سے
روایت ہے کہ

قال سمعت اباعبد اللہ علیہ السلام یقول کان ابی علیہ السلام یفتی فی زمن بنی امیۃ اَنّ ماقتل البازی والصقر فھو حلال وکان یتقیھم وانا لا اتقیھم وھو حرام ماقتل۔	وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے سُنا کہ میرے باپ علیہ السلام بنی امیہ کے زمانہ مین یہ فتوے دیتے تھے کہ باز اور شاہین جس جانور کو قتل کرے وہ حلال ہے اور وہ بنی امیہ سے تقیہ کرتے تھے اور مین بنی امیہ سے تقیہ نہین کرتا اور وہ حرام ہے جو باز اور شاہین نے قتل کیا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام نے ظاہر کر دیا کہ اونکے باپ امام باقر علیہ السلام

[۵۷] فروع کافی جلد کتاب الصید صفحہ ۸

یہ فتوے دیتے تھے کہ جس جانور کو باز اور شاہین قتل کرے وہ حلال ہی چونکہ امام جعفر صادقؑ اس مسئلہ مین اپنے باپ کے مخالف تھے اس لئے اُنھون نے اپنے والدِ معصوم کی غلطی پر تقیہ کا پردہ ڈالدیا اور یُون فرمایا کہ بنی امیّہ کے خوف سے وہ بطور تقیہ ایسا فتوے دیتے تھے۔

اب حضرات شیعہ انصاف فرماتین کہ امام باقر علیہ السلام نے مسلمانون کو مُردار گوشت کھانے کا حکم کیا۔ کیا امام معصوم نائبِ رسول کا یہی کام ہی۔ اس مسئلہ کے بیان کرنے مین ایسا کیا خوف تھا سب مجتہدین اپنے اپنے اجتہاد کے مطابق فتوے دیتے تھے۔ بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام کو ایسا ہی خوف تھا تو سکوت اختیار فرماتے اگر یہ بھی ممکن نہ تھا تو اس مسئلہ سے اپنی لاعلمی ظاہر کردیتے مگر حکمِ ناحق زبان سے نہ نکالتے۔ حرام کو حلال نہ بتلاتے۔ مسلمانون کو مُردار نہ کھلاتے۔ آخر اُسی بنی امیہ کے زمانہ مین اور بھی مشاہیر علماء ایسے تھے کہ وہ باز اور شاہین کے مارے ہوئے جانور کی کراہت کا فتوی دیتے تھے چنانچہ ابن کثیر نے تفسیر مین لکھا ہی کہ سعید بن جبیر اور مجاہد اور ضحاک اور سدی اور ابن عمر کا یہی مذہب تھا۔ ان سے اس مسئلہ کی وجہ سے خلفاے بنی امیہ نے کبھی تعرض نہین کیا۔ پس جب اتنے علماء اس مسئلہ مین متفق تھے پھر امام باقر کو تقیہ کی کیا وجہ تھی اس لئے کہ یہ مسئلہ ائمہ اہلِ بیت سے مختص نہ تھا۔ قطع نظر اسکے امام باقر علیہ السلام کے لئے جو عہدنامہ نازل ہوا تھا اُس مین تقیہ کی ممانعت تھی۔ چنانچہ

اصول کافی مین ہے۔[1]

ثم دفعه الی ابنه محمد بن علی ففك خاتماً فوجد فيه حدث الناس وافتهم ولا تخافن الا الله عزوجل فانه لاسبیل لاحد علیك

امام زین العابدین علیہ السلام نے کتاب عہود ائمہ اپنے بیٹے محمد بن علی کو دی اُنھون نے مُہر توڑی تو اُسمین یہ مضمون پایا کہ لوگون سے حدیث بیان کر اور فتویٰ دے اور اللہ کے سوا کسی اور سے ہرگز مت ڈر اس لئے کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاویگا۔

امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے ممانعت تھی

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ امام باقر علیہ السلام کو تقیہ کی اللہ کی طرف سے خاص ممانعت تھی بلکہ اونکو یہ حکم تھا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈر اور انکا اطمینان کردیا گیا تھا کہ تجھپر کوئی قابو نہ پاوے گا۔ پس کیونکر ممکن تھا کہ امام باقر علیہ السلام تقیہ کرتے اس لئے کہ اسمین اللہ کے حکم کی مخالفت تھی اور یہی حکم امام جعفر صادق علیہ السلام کے لئے بھی تھا اور یہان سے ثابت ہوگیا کہ ان دونون اامون کے تقیہ کی جتنی روائتین ہین وہ سب باطل اور افترا ہین۔

درحقیقت اس مسئلہ مین ان دونون امامون مین ایسا ہی اختلاف تھا جیسا کہ مجتہدین مین ہوتا ہے۔ احادیث شیعہ کے راویون نے ائمہ معصومین کے اختلاف کو سخت مشکل سمجھا اس لئے کہ مسئلہ عصمت کی جڑ اُکھڑتی ہے لہذا تقیہ کا طرہ ملا دیا اور یہ خیال نکیا کہ اس تقیہ مین امام معصوم پر کیا کیا الزام عائد ہوتے ہین۔

---

[1] اصول کافی ص ۱۰۱

شیعہ راویون نے اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی تصنیف کر لی جو فروع کافی کے باب صید البزاۃ مین سب سے پہلے مذکور ہی اُسکا حاصل یہ ہی کہ امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے ہین کہ ہمارے والد یعنی امام باقر علیہ السلام بطور تقیہ کے فتوی دیتے تھے اور اسوقت ہمکو شکار باز اور شاہین کے مسئلہ مین خوف تھا لیکن اب ہمکو کچھ خوف نہین باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حلال نہین اور حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین بھی یہ لکھا ہوا ہے کہ اس مسئلہ مین جو قرآن کی آیۃ نازل ہوئی ہے وہ کُتّے کے شکار سے مختص ہی۔

اس روایت مین حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کا حوالہ اور بڑھا یا گیا تاکہ سبکو یقین ہو جائے کہ امام باقر علیہ السلام کو یہ مسئلہ ضرور معلوم تھا کہ باز اور شاہین کا شکار بغیر ذبح کے حرام ہی اس لئے کہ حضرت علی علیہ السلام کی کتاب مین مذکور تھا مگر اسکے حلال ہونیکا جو فتوی دیتے تھے یہ مصلحت وقت کے سبب سے جھوٹ بولتے تھے اور حکم ناحق بیان کرتے تھے۔

اب یہ بھی سمجھ لینا چاہئے کہ کتاب علی علیہ السلام کیا چیز ہے اس کتاب کا نام جامعہ بھی ہی اور صحیفہ بھی ہی۔ اصول کافی[سلہ] مین چند روایتین اس مضمون کی ہین کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ہمارے پاس جامعہ ہی اور وہ ایک صحیفہ ستر ہاتھ لمبا ہی اور اتنا چوڑا ہی جیسے بکری کی کھال اور لپیٹ کر اتنا موٹا ہی جیسے اونٹ کی ران۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بتاتے جاتے تھے

سلہ اصول کافی صفحہ ۱۴۶

اور حضرت علیؑ لکھتے جاتے تھے۔ اُس مین سب حرام وحلال کے مسائل اور ہر چیز کا حکم ہی جسکی لوگون کو حاجت ہوتی ہی یہانتک اگر کوئی کسی کے خراش لگادی تو اُسکی سزا بھی اُس مین مذکور ہے۔

حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین فرماتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کو تو غیر مرتب چھوڑا جو جُدا جُدا کاغذ کے پرچون اور لکڑیون اور ہڈی کے ٹکڑون وغیرہ پر لکھا ہوا تھا اور کتاب علی ستر گز لمبے کاغذ پر مرتب کرادی

ایمہ علیہ السلام نے جیسا کہ اصلی قرآن مین شیعون سے بخل کیا ویسا ہی اس کتاب سے اُن کو محروم رکھا نہ اصلی قرآن کی نقل شیعون کو دی نہ اس کتاب کی۔ اور حضرت صاحب الامر ایک بغل مین قرآن۔ اور دوسری بغل مین کتاب علی اور مصحف فاطمہ۔ ایک ہاتھ مین جفر کا تھیلہ اور دوسرے مین ہتھیارونکا صندوق لیکر سامرہ کے غار مین تشریف لے گئے۔ شیعون مین یہ لیاقت ہی نہ تھی کہ قرآن یا کتاب علی اونکو دیجاتی۔ ایک مرتبہ جناب زرارہ صاحب کی نظر اس کتاب پر پڑگئی تھی اوسکی نسبت جو انھون نے اپنی راے صائب ظاہر فرمائی ہے اُسکا بیان بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔

اول یہ سمجھ لینا چاہیے کہ یہ زرارہ صاحب کون ہین۔ قاضی نور اللہ شوستری نے مجالس المومنین[1] مین بہت سے مناقب زرارہ کے نقل کئے ہین جن مین سے چند فقرات بطور نمونہ یہان مذکور ہوتے ہین۔ زرارہ کے حالات

---

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۰ مجلس پنجم

"زرارہ بن اعین الشیبانی الکوفی در کتاب ابن داؤد مذکورست کہ او از راویان حضرت امام محمد باقرؑ و امام جعفر صادقؑ و امام موسی کاظمؑ بود و اصدق اہل زمان خود و افضل ایشان بود و حضرت امام جعفر صادق دربارۂ او فرمودند۔

لولا زرارۃ لقلت ان احادیث ابی سیذھب	اگر زرارہ نہوتا تو مین سمجھتا کہ میرے باپ کی حدیثین گم ہو جاوینگی۔

اور نیز مجالس المومنین مین بحوالہ کتاب کشی یہ بھی منقول ہے۔

"و از فضل بن عبدالملک روایت نمودہ کہ گفت از حضرت امام جعفرؑ صادق شنیدم کہ فرمودند دوست ترین مردم از زندہ و مردۂ شما نزد من چہار کس. یزید بن معویۃ العجلی و زرارہ و محمد بن مسلم و احول و از آنحضرت نیز روایت نمودہ کہ می فرمودہ اند کہ زرارہ و ابو بصیر و محمد بن مسلم و یزید از جملہ کسانے اند کہ خداتعالے دربارۂ ایشان فرمودہ السابقون السابقون اولئک المقربون"

یہ مناقب جنکو تھے اب اونکے جوہر دیکھئے
یاد تھے کیا کیا انھین جادو کے منتر دیکھئے

یہ نکتہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جناب زرارہ صاحب کے مناقب کتب شیعہ مین امام جعفر صادق علیہ السلام سے منقول ہین حالانکہ یہ بھی ثابت ہو چکا ہے

کہ امام جعفر علیہ السلام کی یہ بھی عادت تھی کہ بمقتضائے مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے پھر ایسے شخص کی تعریف کا کیا اعتبار ہے۔

آمدم برسر مطلب ان زرارہ صاحب کی نظر ایک مرتبہ کتاب علی پر پڑی تھی اوسکی نسبت جو انھون نے اپنا خیال ظاہر فرمایا اوس سے اس کتاب کی حالت بہت اچھی طرح ظاہر ہوتی ہے مگر جناب زرارہ صاحب کی وہ ریویو جو کتاب علی پر ہے درحقیقت ایک کہہ مکرنی ہے کہ سب کچھ کہدیا اور بات بنادی کتاب کی واقعی حالت ظاہر کردی اور پھر مومن پاک اعتقاد بن گئے۔ فروع کافی[1] کی کتاب المواریث مین روایت ہے کہ عمر بن اذینہ زرارہ سے نقل کرتا ہے۔

عن زرارۃ قال سألت ابا جعفر علیہ السلام عن الجد فقال ما اجد احدا قال فیہ الا برأیہ الا امیر المومنین علیہ السلام قلت اصلحک اللہ فما قال فیہ امیر المومنین	زرارہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے یہ مسئلہ پوچھا کہ میراث مین دادا کو کتنا حصہ ملتا ہے تو امام نے فرمایا کہ حضرت علی علیہ السلام کے سوا اور جس کسی نے دادا کی میراث کا مسئلہ بیان کیا ہے اپنی رائے سے بیان کیا ہے (زرارہ کہتا ہے) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے فرمائیے کہ امیر المومنین نے اس مسئلہ مین کیا کہا ہے

ف زرارہ صاحب نے جو امام باقر علیہ السلام کو دعا دی اُس سے ظاہر ہوگیا کہ وہ امام باقر علیہ السلام کی حالت موجودہ کو قابل اصلاح جانتے تھے۔

[1] فروع کافی جلد ثالث کتاب المواریث صفحہ ۵۲

فقال اذا کان غدًا فالقنی حتی اقرئکہ فی کتاب۔	امام باقر علیہ السلام نے زرارہ سے فرمایا کہ کل صبح کو مجھسے ملیو مین تجھکو کتاب مین پڑھا دونگا۔

ف یہ مضمون روایاتِ شیعہ سے بتواتر ثابت ہوا ہے کہ تمام ائمہ کو اپنا دین چھپانے مین حد سے زیادہ اہتمام تھا خصوصًا نااہل سے اخفائے اسرار دین مین زیادہ کوشش تھی اور یہ بھی کافی کی روایتون سے ثابت ہی کہ امام دوست دشمن کو بخوبی پہچان لیتے تھے کبھی دھوکا نہین کھاتے تھے۔ چنانچہ اصول کافی[1] مین ایک باب اسی بیان مین باندھا ہے پھر تعجب ہی کہ جناب امام باقر علیہ السلام نے زرارہ کو کتابِ علیؑ کیون دکھائی۔ حال آنکہ وہ اُس کتاب کو دیکھکر اُسکا انکار کرے گا جس سی ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امام کی امامت کا بھی معتقد نہ تھا۔

قلت اصلحك الله حدثنی فان حدیثك احب الی من ان تقرئنیہ فی کتاب فقال لی الثانیۃ اسمع ما اقول لك اذا کان غدًا فالقنی حتی اقرئك فی کتاب	(زرارہ کہتا ہی کہ) مین نے کہا کہ اللہ تمھاری حالت درست کرے مجھے زبانی بیان کر دیجیے کتاب مین پڑھانے سے مین تمھاری باتون کو زیادہ پسند کرتا ہون تو امام علیہ السلام نے مجھ سے دوبارہ فرمایا کہ جو مین تجھسے کہتا ہون اُسکو سن کل مجھسے ملیو مین تجھکو کتاب مین پڑھا دونگا۔

ف زرارہ کو اتنی بڑی دولت ملتی تھی کہ امام علیہ السلام نے کتاب علی دکھانیکا اُس سے وعدہ کیا حضرت علیؑ کے ہاتھ کی لکھی ہوئی کتاب کی زیارت نصیب ہوتی جو

[1] اصول کافی صفحہ ۲۷۶

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے نکلی تھی اور زرارہ نے تو صرف ایک مسئلہ میراث جد کا پونچھا تھا اسکے طفیل مین ساری کتاب پر نظر پڑ جاتی اور دین کے تمام مسائل ایسے معتمد ذریعے سے معلوم ہو جاتے جسمین کوی شک نہین رہ سکتا تھا۔ مگر جناب زرارہ صاحب کو اتنی بڑی دولت کی ذرا بھی پروا نتھی اور اُسکے دیکھنے سے انکار کرتے تھے یہ بہت بڑی دلیل اس بات کی ہے کہ اُسکا قلب ایمان اور اسلام سے بالکل خالی تھا۔

فاتیتہ من الغد بعد الظہر وکانت ساعتی التی کنت اخلو بہ فیہا بین الظہر والعصر وکنت اکرہ ان اسالہ الا خالیا خشیۃ ان یفتینی من اجل من یحضرہ بالتقیہ

(زرارہ کہتا ہے) تو آیا مین دوسرے دن ظہر کے بعد اور تھا میرا وقت جسمین تنہائی کرتا تھا مین امام سے ظہر اور عصر کے درمیان اور جبتک تنہائی نہو اُسوقت تک مین سوال کرنا پسند نہین کرتا تھا اس خوف سے کہ اور لوگون کی وجہ سے امام تقیہ کا جواب دین گے۔

ف زُرارہ صاحب ظہر اور عصر کے درمیان مین امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتے تھے اور کسی دُوسرے کے سامنے سوال امام سے نہین کرتے تھے اس خیال سے کہ بلحاظ مصلحت امام جھوٹ بُولدین گے۔

زُرارہ کو امام کے ساتھ جب ایسا تخلیہ نصیب ہوتا تھا اور امام بغیر تقیہ کے اونکی باتین کرتے تھے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مومن پاک اعتقاد اور مخلص امام تھا

باایں ہمہ اُس نے امام کے قول کی تکذیب کی اور کتاب علی کو باطل سمجھا جیسا کہ آگے بیان ہوگا اس سے ظاہر ہی کہ تکذیب امام ایمان اور خلوص عقیدت کے منافی نہ تھی اور باوجود اس انکار اور بے اعتقادی کے زُرارہ ایسے مخلصین مین تھا کہ امام نے اُس سے تقیہ توڑ دیا تھا۔ پس جب امام ایسے سنکڑون سے تقیہ نہین کرتے تھے تو اور کس سے تقیہ کرتے ہونگے۔

اگر حضرات شیعہ تعصب کو چھوڑ کر ذرا انصاف کی طرف توجہ فرمائین تو یہین سے ظاہر ہوتا ہی کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا۔ یہی چند چالاک شخص اس مذہب کے موجد ہین۔ جیسے ابوبصیر اور زُرارہ اور دونون ہشام اور ابوجعفر احول صاحب الطاق وغیرہ وغیرہ یہ سب لوگ اُسی کمیٹی کے ممبر تھے جو عبداللہ بن سبا کے وقت سے قایم ہوئی تھی انھین بزرگوارون نے ائمہ سے عقائد مذہب شیعہ نقل کیئے۔ امامت کا مسئلہ ایجاد کیا۔ جناب امیر علیہ السلام سے بیمثل دلاور کرار غیر فرار خیبر شکن صاحب ذوالفقار کو باوجود حکم قتال وجہاد کے جو قرآن مین مذکور ہے خلفا کے مقابلہ مین سخت مجبور بنا کر گھر مین بٹھایا اور پھر رسّی گلے مین باندھکر کھنچوایا۔ جناب سیّدہ علیہا السلام کو جہاد خلفا کے لئے گھر سے باہر نکالا اور یہانتک افترا کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام اور عمر رض مین ہاتھاپائی کرادی چنانچہ اصول کافی[1] مین موجود ہی کہ جناب سیّدہ نے عمر کا گریبان پکڑ کر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا (معاذ اللہ منہا) پھر افترا مین اس سے بھی ترقی کر کے قتل جناب سیدہ اور غصب

فاعتبروا یا اولی الابصار

---

[1] اصول کافی صـ ۲۹۱

ام کلثوم تک نوبت پہنچائی۔

اسی زرارہ نے غصب ام کلثوم کی روایت کو امام جعفر صادق علیہ السلام کی طرف منسوب کرکے ایسے فحش[1] لفظوں میں ذکر کیا کہ کسی مسلمان کو اہلِ بیت کرام کی نسبت اُن الفاظ کے استعمال کی جرأت ہوگی نہ کہ امام جعفر صادق علیہ السلام کو (معاذ اللہ منہا) محمد بن یعقوب کلینی شیخ المحدثین شیعہ کی ہی خوش اعتقادی تھی کہ اہلِ بیت کی اس توہین اور ان فحش الفاظ کو نہایت تعظیم سے قبول کرکے اپنی کتاب کافی میں داخل کیا اور آجتک مجتہدینِ شیعہ اُسکی درس تدریس کو عبادت سمجھتے ہیں۔ حد سے زیادہ بے ادبی تو فقط غصب کے ہی لفظ سے ظاہر ہے اور پھر جس چیز کا غصب بتایا ہے وہ نہایت شرمناک مضمون ہے۔ کیا یہ مضمون مہذب لفظوں میں ادا نہیں ہو سکتا تھا مگر زرارہ کو تو اہلِ بیت کی توہین مقصود تھی اسی واسطے گالی کا لفظ اختیار کیا۔

دیکھو اسی مضمون کو قاضی نور اللہ شوستری نے کس چالاکی کے ساتھ مناقب جناب امیر میں شامل کرلیا۔ چنانچہ مجالس[2] المومنین میں اُنھوں نے لکھا ہے۔

"اگر او (نبی) بوقت عجز لاؤبار[3] فرار نمود این (علی) بوقت منع و عجز درِ خانہ برروئے خود فراز کرد اگر نبی دختر بعثمان داد ولی دختر بہ عمر فرستاد"

---

[1] فروع کافی کتاب النکاح صفحہ ۱۴۱ [2] مجالس المومنین مجلس سوم ترجمہ مقداد صفحہ ۸۹ مطبوعہ طہران۔ [3] یہ ادب بھی شوستری صاحب کا داد دینے کے لائق ہے کہ رسول کے لئے تو یہ کہا کہ (فرار نمود) اور جناب امیر کے لئے لفظ فرار نہ لکھا بلکہ دروازہ بند کرلینے کا مضمون اختیار کیا۔ فرار کی نسبت رسول کی طرف ہو جائے تو مضائقہ نہیں جناب امیر کی طرف نہو گراسکا کیا علاج کہ جناب سیدہ نے جناب امیر سے مخاطب ہوکر (مثل خائبان در خانہ گریختہ) فرما دیا ہے!!

انھین نازک خیال خوش مزاج ظریفون نے جنکی نازک خیالی اور خوش مزاجی اور ظرافت کی تمام قوت اہلِ بیت کے ساتھ ہی صرف ہوتی تھی یہ بھی تصنیف کرلیا کہ ان تمام ناگوار حوادث کو جنابِ امیر نے بڑی رضامندی کی نگاہ سے دیکھا اور کچھ بھی حس و حرکت نہ کی۔

جب جناب سیّدہ جہاد خلفا سے فارغ ہوکر واپس تشریف لائین تو اپنے گھر مین جناب امیر پر بھی اُنکو جہاد کرنے کی ضرورت پیش آئی اور اپنے شوہر بزرگوار سے بھی اُنھون نے وہی معاملہ کیا جو عمرؓ وغیرہ سے کیا تھا اور کیون نہ کرتین ثقلین کے ساتھ تمسک کرنے کی رسولؐ نے وصیت کی تھی ثقلین سے قرآن اور عترت رسول مراد ہین جناب امیر نے ان دونون کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ اونکے سامنے قرآن مین تحریف ہوئی اور بڑی خوشی سے دیکھتے رہے اور اصلی قرآن کو چھپالیا اور اہلِ بیت کے ساتھ یہ سلوک کیا کہ جناب سیدہ علیہا السلام کو تنہا مخالفون کی فوج سے لڑنے کے لئے گھر سے باہر بھیجدیا اور بذاتِ خود ذرا بھی مدد نہ کی اور کنجِ عافیت سے قدم باہر نہ نکالا۔ اس جلن مین خلفا کے جہاد سے واپس ہوکر جناب سیدہ نے جناب امیر پر جہاد شروع کیا اور جوشِ غضب مین جو گفتگو کی ہے اسکا ترجمہ فارسی جناب ملا ی مجلسی نے حق الیقین[1] مین بڑی فصاحت و بلاغت سے ذکر کیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔

"حضرت امیر المومنین علیہ السلام انتظار معاودت او می کشید چون بمنزل

[1] حق الیقین صفحہ ۲۳۳۔

قرار گرفت خطاب ہای درشت با سید اوصیا نمود کہ مانند جنین[۱]
در رحم پردہ نشین شدہ و مثل خائبان[۲] در خانہ گریختہ۔
بعد از انکہ شجاعان دہر را بر خاک ہلاک افگندی مغلوب اینان گردیدہ
اینک پسر ابو قحافہ بظلم و جبر بخشیدہ پدر مرا و معیشت فرزندانم
از من می گیرد و بہ آواز بلند با من مخاصمہ و لجاج میکند و انصار مرا یاری
نمی کنند و مہاجران خود را یکنار کشیدہ اند و سائر مردم دیدہ ہا را
پوشیدہ اند نہ دافعے دارم و نہ مانعے و نہ یاورے و نہ شافعی خشمناک
بیرون رفتم و غمناک برگشتم خود را ذلیل کردی۔ در روزیکہ دست از
سطوت خود برداشتی گرگان می درند و می برند و تو از جائے خود حرکت
نمی کنی کاش پیش ازین مذلت و خواری مردہ بودم واے برمن در ہر صبح
و شامے محل اعتماد من مرد و یاور من سست شد۔“

اس عبارت سے جو جو فوائد ثابت ہوتے ہین وہ اپنے محل پر مذکور ہونگی اور ملای مجلسی نے جو مصلحت کی تاویلین کی ہین اونکی حقیقت بھی ظاہر کیجاے گی۔

حضرات شیعہ نے یہ بھی تو غور نہ کیا کہ جناب سیدہ نے صبر واجب کو کیون ترک کیا اور تقیہ چھوڑکر عمرؓ سے ہاتھا پائی کیون کی اور گریبان پکڑکر عمرؓ کو ہی

جناب سیدہ نے تقیہ اور صبر کو ترک کیا
بیان کی زبان درازی کی ...

[۱] جنین وہ بچہ جو ما کے پیٹ مین ہو [۲] خائبان خائب کی جمع ہی اور اوسکے معنی ہین ذلیل اور نامراد اور بعضی نسخون مین خائنان لکھاہی اور جناب مولوی سید محمد صاحب مجتہد لکھنوی کی یہ تحقیق تھی کہ یہ لفظ خایفان ہی۔ مگر ہم نے جس نسخے سے لکھاہی اس مین خائبان لکھا تھا۔ ۱۲

طرف کیون کھینچا مسئلہ تقیہ مین میان بی بی مین اختلاف کیون ہوا میان پردہ نشین ہو کر گھر مین بیٹھے بی بی نے باہر نکلکر بذات خود تنہا جہاد کیا بلکہ جناب امیر کو گھر مین بیٹھ رہنے پر سخت ملامت کی اب فرمائے کہ ان دونون معصومون مین جو یہ مذہبی اختلاف تھا ان مین کسکا مذہب صحیح تھا کسکا غلط۔

جناب سیدہ علیہا السلام نے جو وصیت رسول کے خلاف عمل کیا اور صبر واجب چھوڑا تقیہ توڑا۔ جناب امیر سے مخالفت کی۔ تنہا بذات خود میدان جہاد مین قدم رکھا اور عمر سے ہاتھا پائی کی۔ یہ تمام جانفشانیان اللہ کے دین کو غالب کرنے کے لئے نہ تھین جو اصل مقصود جہاد ہے بلکہ اس لئے تھین کہ پورا باغ فدک فقط انھین کو کیون نہ دیا اور مال موقوفہ ٹھیر کر تمام بنی ہاشم پر اسکی آمدنی کیون تقسیم کی جسمین جناب سیدہ کا حصہ تھوڑا رہ گیا سب آمدنی فقط انھین کو نہ ملی۔ حالانکہ اسوقت جناب سیدہ علیہا السلام کو یہ بھی معلوم تھا کہ اب انکی زندگی فقط دو ڈھائی مہینے کی باقی ہے۔ اسکے علاوہ جناب سیدہ کچھ محتاج نہ تھین بڑی دولتمند تھین۔ کافی مین ہے [۵۵] کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سات گانون بلا شراکت غیرے جناب سیدہ کے قبضہ مین تھے اور ان ساتون گانون کے نام یہ ہین۔ دلال۔ عفاف۔ حسنی صافیہ۔ مال ام ابراہیم۔ مبیت۔ برقہ۔ ان ساتون گانون مین حضرت عباس رض نے میراث کا دعوی کیا تھا۔ مگر جناب سیدہ نے ایک حبہ بھی انکو نہ دیا اور وہی جواب دیا جو خلیفہ اول نے فدک کے معاملہ مین کیا تھا یعنی یہ کہدیا کہ یہ وقف ہین

[۵۵] فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲

انہیں میراث جاری نہ ہوگی اور حضرت علی علیہ السلام نے گواہی دی کہ یہ گانوئن فاطمہ پر وقف ہیں۔ اور ان ساتون گانوئن کی نسبت جناب سیدہ ایک وصیت نامہ لکھ گئین تھین کہ میرے بعد انپر علیؑ قابض رہین اُنکے بعد حسنؑ پھر حسینؑ پھر جو حسینؑ کی اولاد مین بڑا ہو۔ مقداد اور زبیر کی اوسپر گواہی ہے حضرت علی کے ہاتھ کا لکھا ہوا وصیت نامہ ہے جسکی نقل کافی مین موجود ہے۔ اولاد حسن کو جناب سیدہ اس جائداد سے محروم کر گئین۔

اس جاگیر کے علاوہ خلیفہ اول نے بھی تمام مال اپنا نہایت التجا کے ساتھ جناب سیدہ کے سامنے حاضر کر دیا تھا کہ جتنا چاہو لے لو۔ چنانچہ حق الیقین[له] مین ہے کہ جب جناب سیدہ مطالبہ فدک کا خطبہ پڑھ چکین تو خلیفہ اول نے بہت سی مناقب جناب سیدہ کے بیان کئے اور بہت سی معذرت کے بعد یہ کہا۔

"واموال واحوال خودرا از تو مضائقہ نمی کنم انچہ خواہی بگیر تو سیدہ امت پدر خودی و شجرہ طیبہ از برائے فرزندان خود انکار فضل تو کسے نمی تواند کرد و حکم تو نافذ ست در اموال من اما در اموال مسلمانان مخالفت گفتہ پدر تو نمی توانم کرد"

قطع نظر اسکے نفقہ اُن کا اور اونکی اولاد کا جناب امیر کے ذمہ تھا جو صاحب جائداد کثیر تھے جسکی تفصیل اونکے وصیت نامہ سے ظاہر ہے۔ جو فروع[۲] کافی کی جلد ثالث مین مذکور ہے ان سب اسباب ظاہری سے اگر قطع نظر کی جائے تو اللہ کی رزاقی پر کافی اعتماد ہو سکتا تھا۔

له حق الیقین صفحہ ۲۲۲۔ ؎۲ فروع کافی جلد ثالث کتاب الوصایا صفحہ ۲۱۔

ہمارے زمانے مین بھی خاندان شرفا مین جن مفلس محتاج بیوہ دکھیون کو اس قسم کی شکایت ہوتی ہے وہ نہایت صبر کے ساتھ اپنے گھرون مین ہی بیٹھی ہوئی اپنے دُکھڑے رویا کرتی ہین- جناب سیّدہ پر تو یہ افترا باندھا گیا کہ اُنھون نے باوجود کمال دولتمندی اور سامان رزق کے ایک باغ کی شکایت مین گھر سے باہر نکل کر نامحرمون سے ہاتھا پائی شروع کر دی (العیاذ باللہ)

کیا ہی مقتضائے محبت اہل بیت ہے کہ بِلا سُوچے سمجھے اہلبیت کی ایسی توہین کو مان لیا جاوے - استغفراللہ جن لوگون نے ایسے واقعات کو تسلیم کرلیا درحقیقت اُنھون نے کچھ بھی اہلبیت کی وقعت نہ سمجھی اور جسطرح شجاعت اور غیرت کی صفت سے جناب امیر کو پاک کر دیا اسیطرح صبر اور قناعت اور رضا و تسلیم اور توکل کی صفت سے جناب سیدہ کو معرا کو بنا دیا- (معاذاللہ منہا)

یہ عقاید شیعہ اس موقع پر نہایت اجمال کے ساتھ بیان ہوئے ہین آیندہ انکی پوری تفصیل مذکور ہوگی - یہ بدنما تصویر اُسی کمیٹی کی بنائی ہوئی ہے جس کے پریسیڈنٹ جناب زُرارہ صاحب تھے - ان مطالب کو اس کمیٹی کے سب ممبر ائمہ سے روایت کرتے تھے مگر چالاکی یہ تھی کہ ائمہ تو مدینہ مین تھے اور یہ روایتین اونکی کوفہ وغیرہ دور و دراز ملکون مین بیان ہوتی تھین - مگر وہان بھی ایسے مسلمان ضرور ہوتے تھے جو ائمہ سے مِل چُکے تھے - اونکی باتین سُن چکے تھے - اونکے حالات سے واقف تھے وہ ان عجیب روایتون کی تکذیب کرتے تھے اور کہتے

تھے کہ ہم بھی ائمہ سے ملے ہین اونکے عقائد اہل سنت کے عقائد کے مطابق ہین وہ
ہرگز یہ باتین نہین کہتے جو تم کہتے ہو تو یہ چالاک راوی ذریات ابن سبا یون
بات بناتے تھے کہ ائمہ سب کے سامنے بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے ہین اور
سُنّی بن جایا کرتے ہین۔ مگر تنہائی مین ہم سے یہ روایتین بیان کرتے ہین جو ہم
کہتے ہین۔ ظاہر مین وہ سُنّی ہین۔ باطن مین شیعہ۔ بلکہ شیعون کے امام۔ وہ اپنے
دل کی باتین صرف ہمین چند آدمیون سے کہتے ہین کسی اور سے نہین کہتے اور ہمکو
بھی ان باتون کے چھپانے کی حد سے زیادہ تاکید کی ہے[1]۔ اور ان اسرار کے ظاہر
کرنے والے کو قاتل ائمہ کہا ہے۔ چنانچہ ابو بصیر سے اصول کافی[2] مین روایت ہے
وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھے یہ کہدیا ہے کہ جس نے ہمارے
امر مین سے کوئی بات ظاہر کردی اوس نے ہمکو عمداً قتل کیا۔ کبھی یہ کہدیتے تھے
کہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ[3] مین بھی اختلاف ڈالا کرتے ہین اور ہر ایک سے نئی بات
کہدیتے ہین۔ ہمکو ائمہ[4] نے یہ باتین خفیہ سکھائی ہین اور کہدیا ہے کہ ہم سے
اسکے خلاف سنو تو اوسکو دفع الوقتی سمجھو۔ کبھی کہدیتے تھے کہ ائمہ[5] ہر شخص کی
آواز سنکر معلوم کرلیتے ہین کہ یہ نجات پانے والا ہے یا ہلاک ہونے والا ہے پس جیسا
شخص ہوتا ہے ویسا ہی اُس کو جواب دیتے ہین اور اس قول کا حاصل ظاہر ہی ہے
کہ جسکو ناجی سمجھتے ہین اُسکو ایمان سکھاتے ہین اور جسکو ناری سمجھتے ہین اُس کو کفر
سکھاتے ہین۔

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صـ [2] اصول کافی صـ ۱۵۲ [3] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صـ [4] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صـ ۱۳ [5] اصول کافی

اگر کوئی اونسے کہتا کہ ائمہ ہمیشہ اہل سنت کے جنازون مین شریک ہوتے
ہین اونکی نمازین پڑھتے ہین اگر وہ اہل سنت کو برا سمجھتے تو اونکے جنازون مین
کیون شریک ہوتے اس کا جواب دیتے تھے کہ ہمیشہ رسول کی اور ائمہ کی یہ عادت
تھی کہ منافقین اور نواصب کے جنازون مین شریک ہوتے تھے اور باطن مین
اونکے لئے بد دعا کرتے تھے۔ رسول اور ائمہ کا ظاہر اور تھا باطن اور تھا۔

اگر کوئی اونسے کہتا کہ مجبوری جناب امیر اور جہاد جناب سیدہ اور قتل فاطمہ
اور غصب ام کلثوم اور ارتداد تمام صحابہ وغیرہ وغیرہ جو کہانیان تم بیان کرتے
ہو یہ ایسی عجیب اور خلاف ظاہر ہین کہ کسی طرح عقل بھی اونکو قبول نہین کرتی نقل
بھی اسکے خلاف ہے۔ اور بہت سے دلائل اور قرآن اسکی تکذیب کرتے ہین تو اسکا
جواب دیتے کہ ائمہ نے کہدیا ہے کہ پیغمبر یہ کہہ گئے ہین کہ آل محمد کی باتین
ایسی مشکل ہوتی ہین کہ ملائکہ مقربین اور انبیاء مرسلین اور مومنین کامل کے سوا کسی
اور کو اونپر یقین نہین آتا پس تم کو چاہئے جو بات سمجھ مین آوے اوس کو مانو جو
سمجھ مین نہ آوے اس کو اللہ اور رسول اور امام کی طرف رد کردو۔

اگر کوئی ان سے کہتا کہ تم تمام صحابہ کو مرتد بتاتے ہو حالانکہ قرآن کی اکثر
آیات سے تمام صحابہ۔ مہاجرین و انصار اور اصحاب بیعت رضوان کی اور
آیت غار سے خلیفہ اول کی بہت کچھ فضیلت ثابت ہوتی ہے تو جواب دیتے
کہ قرآن کو ائمہ کے سوا اور کوئی نہین سمجھ سکتا اور یہ قرآن تو محرف ہے اصلی قرآن

ملہ دیکھو نصیحۃ الشیعہ صفحہ ۵۲ اصول کافی صفحہ ۲۵۲۔

ائمہ کے پاس ہی جو آخر کو سامرہ کے غار مین پہنچ گیا۔

اگر کوی کہتا کہ تمھاری روایتین کیونکر مانی جاوین تم مین نہ امانت ہی نہ عہد ہی نہ صدق ہے۔ نہ وفا ہے پھر ایسے لوگون کی بات کیونکر معتبر ہوگی تو جواب دیتے کہ اصحاب ائمہ اور شیعونکی خاص نشانی یہی ہی اور با این ہمہ یہی لوگ بخشے جاوین گے۔ اور امانت اور عہد اور صدق اور وفا کی صفتین تو سُنیون مین ہوتی ہین جنھین نجات نصیب نہ ہوگی۔[1]

سمجھنے والے یہین سے سمجھ سکتے ہین کہ مذہب شیعہ کیونکر ایجاد ہوا اور ائمہ پر کسطرح افترا کئے گئے اور جو روایتین اہتمام تقیہ اور اخفاے دین کی تصنیف کی گئین اُن تصنیف کرنے والون کا ان روایتون سے کیا مقصود تھا۔

یہی چند چالاک شخص ائمہ پر افترا کرتے تھے اور اُن افتراؤن پر جو اعتراض وارد ہوتے تھے اونکے جواب اُنھون نے یہی جادو کے فقرے تجویز کر لئے تھے۔ یہ سب روایتین جو اُنھون نے اپنے جوابون کے لئے تجویز کی تھین کتب احادیث شیعہ خصوصًا کافی مین مذکور ہین اور انھین سے مذہب شیعہ کی ایجاد کا سراغ مل گیا۔

اس سے بڑھکر اور لطف سنئے یہ لوگ ائمہ پر افترا کرکے جو باتین دوسرون کو سکھاتے تھے اونکے خود معتقد نہ تھے۔ مثلًا اورون کو تو اُنھون نے یہ سکھایا کہ ائمہ مثل انبیا کے معصوم ہین کوئی خطا اُن سے ممکن نہین اور بہت سی

[1] دیکھو نصیحۃ الشیعہ صہ

روائتین اس مضمون کی تصنیف کردین۔ ایسی تصانیف اور ایجادات مین وہ بڑے مشاق تھے مگر خود ان چالاک اصحاب ائمہ کا یہ اعتقاد نہ تھا کہ ائمہ معصوم ہین اسکا پتا بھی احادیث شیعہ مین بہت اچھی طرح موجود ہی۔ ملا باقر مجلسی نے حق الیقین[۱] مین جو شہید ثانی کا قول اصول ایمان کے بیان مین نقل کیا ہے اُس مین اعتقاد عصمت ائمہ مین شیعون کے اختلاف کی تفصیل ہے اوّل قول تو یہ لکھا ہی کہ ائمہ معصوم ہین اور دوسرا قول یہ نقل کیا ہی کہ ائمہ معصوم نہین۔ اسکی دلیل یہ لکھی ہی

"از احادیث ظاہر می شود کہ جمعے از راویان کہ در اعصار ائمہ علیہم السلام بودہ اند از شیعیان اعتقاد بہ عصمت ایشان نداشتہ اند بلکہ ایشان را علمائے نیکو کار می دانستہ اند چنانکہ از رجال کشی ظاہر می شود و مع ذلک ائمہ علیہ السلام حکم بایمان بلکہ عدالت ایشان مے کردہ اند"

لیجئے اب تو عصمت کا پردہ بہت اچھی طرح ٹوٹ گیا اور ثابت ہوگیا کہ اعتقاد عصمت ائمہ ائمہ کے زمانہ مین نہ تھا اور خود اصحاب ائمہ عصمت ائمہ کے معتقد نہ تھے اور ائمہ کو امام نہین سمجھتے تھے بلکہ علمائے نیکوکار جانتے تھے اور ائمہ اونکے اس اعتقاد پر راضی تھے اور اونکو مومن بلکہ عادل جانتے تھے اور ظاہر ہی کہ جو معصوم نہ ہووہ امام مفترض الطاعت کیسے ہوسکتا ہی۔

غور کرو کہ جو اصحاب ائمہ مذہب شیعہ کے روایت کرتے تھے اُنھون نے اس مذہب کو کن کن چالاکیون سے نقل کیا ہی اور وہ خود اس مذہب کے معتقد نہ تھے

[۱] حق الیقین صفحہ ۴۹۶

یہ تمام تفصیل شیعون ہی کی کتابون سے ملی ہے کہ ان چلتے پرزون نے کس طرح مذہب شیعہ کو ایجاد کیا۔ ~~ع~~

صیاد نے لگائی ہین پھندی کہان کہان
سارے پتے عیان ہین اسی سبز باغ مین

جو لوگ عقل سلیم رکھتے تھے وہ ان فریبون اور چالاکیون کو سمجھے بعض سادہ لوح اس مغالطے مین پھنس گئے اسیطرح مذہب شیعہ کا سبز باغ مرتب ہوگیا۔

آمدم بر سر مطلب اس تمہید کے بعد یہ سمجھ لو کہ زرارہ نے جو یہ کہا کہ مین بعد ظہر امام سے تخلیہ کی ملاقات کیا کرتا تھا اور عام مجلس مین اُن سے کوئی سوال نہین کرتا تھا اس لئے کہ مجکو یہ خوف ہوتا تھا کہ وہ بنظر مصلحت جھوٹ بولدین گے یہ قول اُسکا وہی جادو کا فقرہ تھا جس سے مذہب شیعہ ایجاد ہوا۔

امام باقر علیہ السلام کا ظاہر اور باطن ایک تھا جو اونکے دل مین تھا وہی اونکی زبان پر تھا یہ ہرگز ممکن نہ تھا کہ اونکے دل مین کچھ اور ہو اور زبان پر کچھ اور اونکے واسطے تو بالتخصیص اللہ کا حکم یہ نازل ہوا تھا کہ تم احکام دین کے ظاہر کرنے مین اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو کوئی تمہیں نقصان نہ پہنچا سکیگا پھر وہ تقیہ کیون کرتے۔

پس یقین جان لو کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام پر افترا کا تہمت لگانے کے لئے یہ ظاہر کیا کرتا تھا کہ امام کی باتین عام مجلس مین اور ہوتی ہین اور خلوت مین اور

جھوٹی باتین ہوتی ہین جو بنظر مصلحت بیان کیا کرتے ہین اور سچی باتین وہ ہوتی ہین جو تخلیہ مین مجھسے کہا کرتے ہین۔

اسکے بعد اب پھر اسی روایت کی طرف توجہ کرو کہ زرارہ نے حضرت علی علیہ السلام کی کتاب کیونکر دیکھی

فلما دخلت علیہ اقبل علیّ ابنہ جعفر فقال اقرء زرارۃ صحیفۃ الفرائض ثم قام لینام فبقیت انا وجعفر فی البیت فقام فاخرج الیٰ صحیفۃ مثل فخذ البعیر فقال لست اقرعکہا حتی تجعل لی اللہ علیک ان لا تحدث بما تقرء فیہا احدا ابدا حتی آذن لک ولم یقل حتی یاذن لک ابی	(زرارہ کہتا ہے) جب مین امام باقر علیہ السلام کے پاس گیا تو اونکے بیٹے جعفر میرے پاس آئے تو امام نے فرمایا کہ زرارہ کو فرائض کی کتاب پڑھاو پھر امام باقر علیہ السلام سونے کے لئے اوٹھ گئے اور اس مکان مین فقط مین اور جعفر رہ گئے۔ تو جعفر کھڑے ہوئے اور ایک کتاب میرے لئے نکالی جو اونٹ کی ران کی برابر موٹی تھی تو جعفر نے کہا کہ مین یہ کتاب اسوقت تک تجھکو نہ پڑھنے دونگا جب تک تو اللہ کی قسم کھاکر مجھسے یہ نہ کہدے کہ جو کچھ اسمین پڑھے اسکو کبھی کسی سے بیان نکرے جبتک کہ مین تجھکو اجازت نہ دون اور اونھون نے یون نہ کہا کہ جب تک میرے باپ اجازت نہ دین۔

قلت اصلحك الله لم تضيق علي ولم يأمرك ابوك بذلك فقال لي ما انت بناظر فيها الا علي ما قلت لك

(زرارہ کہتا ہے) کہ مین نے جعفر سے کہا کہ تم مجھپر اتنی تنگی کیون کرتے ہو حالانکہ تمھارے باپ نے اسکا تم کو حکم نہین کیا۔ تو جعفر نے مجھسے کہا کہ تو اس کتاب کو دیکھ نہین سکتا جبتک کہ اس شرط کو پورا نکرے جو تجھسے مین نے کی ہے۔

فقلت فذاك لك

(زرارہ کہتا ہے) تب مین نے کہا کہ مین اس شرط کو بھی تمھارے لئے قبول کرتا ہون۔

وكنت رجلا عالما بالفرائض والوصايا بصيرا بها فلما القى الى طرف الصحيفة اذا كتاب غليظ يعرف انه من كتب الاولين فنظرت فيها فاذا فيها خلاف ما بايدي الناس من الصلة والامر بالمعروف الذي ليس فيه اختلاف واذا عامته كذلك

(زرارہ کہتا ہے) کہ مین فرائض اور وصایا کا عالم اور بصیر تھا۔ جب میرے سامنے اس مکتوب کا کنارہ ڈالا گیا تو مین نے دیکھا کہ وہ ایک موٹی کتاب ہے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ پرانی کتاب ہے مین نے اس کتاب کو دیکھا تو یہ معلوم ہوا کہ جو احکام صلہ اور امر بالمعروف کے لوگون کو معلوم ہین جن مین کسی کا اختلاف نہین اونکی مخالف باتین اوس مین لکھی تھین اور وہ ساری کتاب ایسی ہی تھی

ف کتاب علی پر جو زرارہ نے ریویو بیان کی یہ اسکا پہلا فقرہ ہے زرارہ نے اول اپنا کمال علمی ظاہر کردیا اور اپنے آپ کو احکام شرعیہ کا عالم اور بصیر بتادیا

اسکے بعد زرارہ کہتاہی کہ جو مسائل مسلمانون مین اجماعی اور اتفاقی تھے جن مین کسی کا بھی اختلاف نہ تھا اونکے مخالف باتین کتابِ علی مین لکھی ہوئی تھین۔

اس سے ثابت ہوتاہے کہ اول سے آخر تک اُس کتاب مین دینِ اسلام کے سوا کسی اور دین کا بیان تھا۔

فقرأته حتی اتیت علی آخره بخبث نفس وقلة تحفظ واسقام رای

مین نے اُسکو اول سے آخر تک خباثت نفس کے ساتھ دیکھا اور یاد کرنے کا قصد کم کیا اور غلط سمجھا

ف خبث نفس ہر جگہ زرارہ کے ساتھ تھا اسی لیے کتابِ علی کو بھی اُس نے خبث نفس کے ساتھ دیکھا اور اُسکے مسائل کو ایسا غلط سمجھا کہ یاد کرنے کا قصد بھی نہین کیا۔

وقلت انا اقرأه باطل حتی اتیت علی آخره ثم ادرجتها ودفعتها الیه ثم لقیت اباجعفر علیه السلام فقال لی اقرأت صحیفة الفرائض فقلت نعم فقال کیف رأیت ما قرأت قال فقلت باطل لیس بشیء هو خلاف ما الناس علیه

اور اول سے آخر تک پڑھ کر مین نے اُسکو باطل سمجھ لیا پھر مین نے اُسکو لپیٹ کر اونکے حوالے کر دیا۔ پھر مین امام باقر علیہ السلام سے ملا تو اُنھون نے مجھسے پوچھا کہ کیا تونے فرائض کی کتاب کو پڑھ لیا۔ مین نے کہا ہان پڑھ لیا تو امام نے فرمایا کہ تو نے جس کتاب کو پڑھا کیسا پایا۔ زرارہ کہتاہی کہ مین نے کہا کہ وہ تو جھوٹی کتاب ہی کچھ قابلِ اعتبار نہین اور جو مذہب سب آدمیونکا ہی

اور سکے خلاف ہے۔

قال فان الذی رایت واللہ یا زرارۃ ھو الحق الذی رایت املاء رسول اللہ صلی اللہ والہ وخط علی علیہ السلام بیدہ فاتانی الشیطان فوسوس فی صدری فقال وما یدری انہ املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ ۔	امام باقر علیہ السلام نے فرمایا کہ اے زرارہ جو کتاب تونے دیکھی ہے واللہ وہی حق ہے۔ تونے جو کتاب دیکھی ہے اسکو بتایا ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے اور لکھا ہے علی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ سے (زرارہ کہتا ہے) کہ میرے پاس شیطان آیا اور اس نے میرے دل میں وسوسہ ڈالا کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ اس کتاب کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے بتایا ہے اور حضرت علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے۔

ف شیطان تو اب آیا ہے زرارہ انکار پہلے ہی سے کر رہا تھا پس جو پہلے سے زرارہ کا قول تھا وہی شیطان نے تعلیم کیا پھر شیطان کے وسوسے کا ذکر فضول تھا۔

فقال لی قبل ان انطق یا زرارۃ لا تشکن ود الشیطان واللہ انک شککت	تو امام علیہ السلام نے میرے کلام کرنے سے پہلے ہی کہدیا کہ شیطان کا دوست بنکر شک مت کرو اللہ تونے شک کیا۔

ف زرارہ تو ایسا منکر تھا کہ امام کے قول کو اس نے نہ مانا ۔ امام کے ولیعہد جعفر صادق علیہ السلام نے نہایت تاکید کے ساتھ اخفا کا عہد و قسم لیکر وہ کتاب

اُسنا دکھائی اسپربھی اُس نے اعتماد نہ کیا آخر امام کو قسم کھانا پڑی پھر بھی زرارہ کی صورت سے ظاہر تھا کہ اس منکر کو قسم پر بھی یقین نہین ہوا اور امام کے قول و قسم کو اُس نے جھونٹ سمجھا۔ منکر کی صورت سے ہر شخص انکار کی علامتین سمجھ سکتا ہے اسی وجہ سے امام بغیر اسکے کچھ اور کہنے کے اُسکی صورت کے قراین سے سمجھ گئے کہ وہ امام کے قول کو باوجود قسم کے بھی جھوٹا سمجھتا ہے اور ظاہر ہے کہ اوسکے کچھ اور کہنے کی کیا حاجت تھی وہ تو اس کتاب کو پہلے ہی باطل کہہ چکا تھا۔ آخر مین اپنے شک کو زرارہ نے وسوسہ شیطانی کی طرف منسوب کیا مگر یہ تو ثابت نہین ہوا کہ زرارہ وسوسہ شیطانی کو برا سمجھتا تھا شاید اُسکا اعتقاد یہی ہو کہ وسوسہ شیطانی مثل الہام کے ہوتا ہے چنانچہ اہل جاہلیت کا اعتقاد یہی تھا۔

وکیف لا ادری انہ املاء رسول اللہ وخط علی بیدہ وقد حدثنی ابی عن جدی ان امیر المومنین علیہ السلام حدثہ ذلک	اور مجھے کیسے خبر نہ ہو کہ اس کو رسول نے بتایا ہی اور علی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہی حالانکہ مجھسے باپ نے میرے دادا سے روایت کی ہی کہ امیر المومنین علیہ السلام نے اُنسے یہ قصہ بیان کیا تھا۔

ف امام کا قول زرارہ نے نہ مانا۔ قسم زرارہ نے نہ مانی۔ بار بار تاکید سے کہا تب بھی زرارہ نہ مانا اور جب امام نے اوسکی صورت دیکھکر قراین سے یہ

سمجھ لیا کہ اس کو یہ شک ہی کہ یہ کیسے معلوم ہوا کہ یہ کتاب رسول نے بتائی ہے اور علیؓ نے اپنے قلم سے لکھی ہے تب مجبور ہو کر امام نے سند بیان کی مگر کیا زرارہ جانتا نہ تھا کہ مصلحت کے لئے جھوٹ بولنا امام کا خاص شیوہ ہی اور بالفرض اگر امام باقر علیہ السلام سچ کہتے ہون تو ائمہ سابق کی بھی یہی عادت تھی پھر ایسی سند کا کیا اعتبار خصوصاً جب راوی اُس سند کے ایسے ہون جو مصلحتی کذب کو واجب سمجھتے ہون اور حضرت یوسف علیہ السلام سے ایسے قصے نقل کرتے ہون کہ اونھون نے اپنی خواہش پوری کرنیکے لئے بغیر ضرورت دینی کے ایسا جھوٹ بولا کہ بیگناہون پر چوری کا الزام لگایا۔

ان لوگون مین دروغ مصلحت غیرون سے مختص نہ تھا بلکہ آپس مین بھی ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے چنانچہ اصول[له] کافی سے ثابت ہے کہ سلمانؓ اور ابوذرؓ آپس مین ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اسکا ذکر انشاءاللہ قریب آنے والا ہے۔

قال قلت لا کیف جعلنی اللہ فداک وندمت علی مافاتنی من الکتاب ولو کنت قرانہ دانا اخر لرجوت ان لا یفوتنی منہ حرف	(زرارہ کہتا ہی) مین نے کہا کہ مجھکو شک نہین اور مین آپ پر قربان ہون مجھے کیونکر شک ہو سکتا ہی اور مجھے ندامت ہے کہ مین نے اُسے یاد نہ کر لیا اور اگر مین اُسکو پہچانتا تو ساری کتاب یاد کر لیتا ایک حرف مجھسے نہ چھوٹتا

ف دیکھئے زرارہ کی چالاکی - امام کا قول نہ مانا۔ قسم نہ مانی۔ اب جو امام نے

له اصول کافی صفحہ ۲۵۴

سند بیان کی حالانکہ زرارہ کو اُس سند کا حال خوب معلوم تھا کہ اُسکے راوی کیسے ہین اور جھوٹ سے کہانتک بچتے ہین مگر امام سے کہدیا کہ اب مجھکو شک نہین اور اُسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ مجھکو ندامت ہے کہ مین نے تمام کتاب کو یاد کیون نہ کرلیا اگر مین پہلے سے اُسکو پہچانتا ہوتا تو ساری کتاب مجھکو یاد ہوگئی ہوتی۔

زرارہ نے جو اب بات بنائی اور ندامت ظاہر کی یہ دروغ مصلحت آمیز تھا حالانکہ اگر یہ ندامت سچی ہوتی تو دوبارہ امام سے کتاب مانگ لیتا امام نے تو اُس وقت بھی اوسے کتاب دکھائی تھی۔ جب اوسکے دل مین انکار تھا اور کتاب دیکھنا پسند نہین کرتا تھا اور اب تو بظاہر تصدیق کرنے لگا اسوقت تو امام اُسکو کتاب دکھانے مین اور زیادہ اہتمام کرتے۔ اس بات بنانے سے زرارہ کا مقصود یہ تھا کہ آیندہ امام تک رسائی باقی رہے اور تہمت و افترا کا سلسلہ بند نہو جاتے۔

بہر حال کچھ ہو مگر یہ ظاہر ہوگیا کہ اُس کتاب کے مطالب مسائل اجماعیہ اور اتفاقیہ کے خلاف تھے اور تمام مسلمانون کا جو مذہب تھا اُسکے مخالف مضامین اُس مین مُندرج تھے۔

افسوس کہ ائمہ نے یہ کتاب بھی شیعون کو نہ دی بھلا قرآن مین تو بخل کیا تھا تو یہ کتاب تو حوالے کرجاتے۔

البتہ ائمہ اپنے مخلصین شیعہ کو بعض علوم حقہ کا پتا ہندوؤن[ل] مین بتا گئے گئے ہین بعض کا ذکر بطور نمونہ تھا شاید اشارہ یہ ہو کہ جسطرح ایک علم حق ان مین ملیگا

ل دیکھو نصیحۃ الشیعہ صـ ۲۶

اسیطرح اور علوم حقہ بھی اونھین مین ڈھونڈو۔

تعجب ہی کہ حضرات شیعہ اتنا بھی غور نہین کرتے کہ اگر ائمہ کے پاس کوئی دوسرا قرآن ہوتا یا فی الواقع اس کتاب علی کا کوئی وجود ہوتا تو وہ اپنے مخلصون کو کیون نہ بچاتے یہ شبہ لاحل تھا مگر زرارہ وغیرہ ممبران کمیٹی معلومہ نے جسطرح ائمہ کی امامت اور اونکے پاس ایک دوسرے قرآن اور کتاب علی وغیرہ کی روایتین تصنیف کین اُسی کے ساتھ اس لاحل شبہ کا جواب بھی تصنیف کردیا یعنی تمام شیعون کو رجعت خیالی کا منتظر بنا گئے اور یہ سمجھا دیا کہ حضرت صاحب الامر کبھی غار مین سے نکلین گے اور قیامت سے پہلے بہت سے مُردے زندہ ہونگے اور بڑا حجاؤ ہوگا شیعونکی سلطنت ہوگی وہ ظالمون کو زندہ کرکے سزا دین گے قسم قسم کے تماشے ہونگے۔ یہ ناول شیعون کو ایسا دلچسپ معلوم ہوا جسکی دلفریبی نے اس شبہ لاحل کو اونکی نگاہون مین حل کردیا اور اس معاملہ پر غور کامل کرنے سے روکدیا۔

یہ زرارہ ایسا منکر امام تھا کہ ایک مرتبہ امام باقر علیہ السلام سے بحث کررہا تھا اور اونکے قول کو بار بار رد کرتا تھا اور ہرگز نہین مانتا تھا اور چاہتا تھا کہ امام کو قائل کردے آخر اس نے اپنے دل مین جو کچھ خیال باندھ لیا وہ اصول کافی[سلہ] مین اسطرح مذکور ہے۔

عن زرارۃ قال قلت فی نفسی شیخ لا علم لہ بالخصومۃ کہ زرارہ کہتا ہی کہ مین نے اپنے دل مین

سلہ اصول کافی صفحہ ۵

کہا (یہ بوڈھا ایسا ہے کہ مناظرہ کا طریقہ جانتا ہی نہین)

خلیل قزوینی نے صافی[۵۱] شرح کافی مین اسکا ترجمہ یون کیا ہے۔

"این پیر بے دماغ شدہ نمے داند روش گفتگو با خصم" حالانکہ اسکے بعد جب امام نے بدلیل اُس کو الزام دیا اُسوقت زرارہ نے اپنی جہالت کا اقرار کیا لیکن جب تک الزام نہ کھایا تب تک نہ مانا اور امام کے قول کو حجت نہ سمجھا اسکی وجہ یہی تھی کہ زرارہ امام باقر علیہ السلام کی امامت کا معتقد نہ تھا چنانچہ سابق مذکور ہو چکا کہ اصحاب ائمہ ائمہ کی عصمت کا اعتقاد نہین رکھتے تھے اور جو معصوم نہین وہ امام بھی نہین۔

ملا باقر مجلسی نے بھی حق الیقین مین یہ قول نقل کیا ہے کہ جو اصحاب ائمہ منکر عصمت ائمہ تھے اُن مین زرارہ اور ابو بصیر بھی شامل تھے چنانچہ عبارت حق الیقین[۵۲] کی یہ ہے

"در باب جماعتے وارد شدہ است کہ اجماع صحابہ بر ضلالت ایشان شدہ است مثل زرارہ و ابو بصیر۔"

اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ زرارہ اور ابو بصیر کی ضلالت اجماعی ہے۔

یہ زرارہ اور ابو بصیر وہ شخص ہین کہ شاید ایک ثلث حدیثین کافی کی انھین کی روایات سے ہین اور یہان سے معلوم ہو گیا کہ اصحاب ائمہ کی کیا حالت تھی اور احادیث شیعہ کے راوی کیسے ہین یہی لوگ ہین جنھون نے مذہب شیعہ کو نقل کیا ہے

[۵۱] جلد ثانی صافی کتاب الایمان والکفر صفحہ ۲۵۵ [۵۲] حق الیقین صفحہ ۶۵۔

شیعون نے اصحاب رسول کو معاذ اللہ مرتد سمجھ لیا۔ ائمہ کی حالت ایسی فرض کر لی کہ وہ بغرض مصلحت جھوٹ بولا کرتے تھے۔ جھوٹے مسئلے بیان کیا کرتے تھے۔ اصحاب ائمہ کی یہ حالت تھی جو مذکور ہوئی۔ اب فرمائیے دین رسول حاصل ہونے کا کیا ذریعہ ہی۔

۱۴ **کیا عوام** یہ سُنکر پریشان نہ ہونگے کہ روایات شیعہ سے ثابت ہوتا ہی کہ ائمہ کی یہ عادت تھی کہ عمداً جھوٹے مسئلے بغیر تقیہ کے بھی بیان کیا کرتے تھے۔ فروع کافی[۱] مین سلمہ بن محرز سے روایت ہی۔

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام ان رجلا ارمانیا مات واوصی الیَّ بترکتہ فقال لی وما الارمانی قلت نبطی من انباط الجبال مات واوصی الیَّ بترکتہ وترک ابنۃ قال فقال لی اعطہا النصف قال فاخبرت زرارۃ بذلک فقال لی اتقاک انما المال لہا۔	وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے پوچھا کہ ایک شخص ارمانی مرگیا اور اس نے اپنے مال متروکہ کا وصی مجھے بنایا تھا امام نے پوچھا ارمانی کسے کہتے ہین مین نے کہا کہ ایک پہاڑی قوم ہی اُن مین سے ایک شخص مرگیا اور مجھے اپنے ترکے کا وصی بنا گیا اور اپنی ایک بیٹی چھوڑی راوی کہتا ہی کہ امام نے مجھسے کہا کہ اس بیٹی کو نصف مال دیدے۔ راوی کہتا ہی کہ مین نے زرارہ کو اسکی خبر کی تو اُس نے مجھسے کہا کہ امام نے تجھسے تقیہ کیا صحیح یہی ہی کہ

[۱] فروع کافی کتاب المواریث صفحہ ۴۹

قال قد خلت علیه بعد
فقلت اصلحك الله ان
اصحابنا زعموا انك اتقيتني
فقال والله ما اتقيتك
ولكني اتقيت عليك ان
تضمن فهل علم بذلك
احد قلت لا قال
فاعطها ما بقي -

کہ سب مال بیٹی کا ہے۔ راوی کہتا ہے کہ اسکے بعد پھر
مین امام کے پاس گیا اور مین نے کہا کہ اللہ تیری
اصلاح کرے بیشک ہمارے اصحاب گمان کرتے ہین
کہ تو نے مجھسے تقیہ کیا۔ امام نے فرمایا کہ واللہ مین نے
تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اور لیکن مین نے تجھکو بچایا تھا
کہ کہین تجھپر تاوان نہ پڑے کیا اسکی کسی کو خبر پہونچی ہے
مین نے کہا نہین۔ امام نے کہا کہ بیٹی کو دیدے
جو باقی ہے۔

اسی مضمون کی ایک اور روایت اُسی کتاب مین عبد اللہ بن محرز سے ہے۔

قال سالت ابا عبد الله
عليه السلام عن رجل اوصى
اليّ وهلك وترك ابنة
فقال اعط الابنة النصف
واترك للموالي النصف فرجعت
فقال اصحابنا لا والله ما للموالي شيء
فرجعت اليه من قابل فقلت ان اصحابنا
قالوا ليس للموالي شيء

وہ کہتا ہے کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے
پوچھا کہ ایک شخص نے اپنے مال کا مجھکو وصی بنایا اور
وہ مرگیا اور اُس نے اپنی بیٹی چھوڑی تو امام نے فرمایا
کہ بیٹی کو آدھا مال دیدے اور غلامون کے لیے آدھا
چھوڑ دے جب مین وہان سے آیا تو ہمارے اصحاب
نے کہا کہ واللہ غلامون کا کچھ بھی حصہ نہین۔
پھر مین سال آیندہ مین امام کے پاس گیا اور مینے
کہا کہ ہمارے اصحاب یہ کہتے ہین کہ غلامون کا کچھ

وانما اتقاک فقال لا واللّٰہ	بھی حصہ نہین اور بیشک امام نے تجھسے تقیہ کیا تو
ما اتقیتک ولکن خفت علیک	امام نے فرمایا کہ واللّٰہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا
ان توخذ بالنصف فان کنت	اور لیکن مین نے تجھپر خوف کیا کہ کہین تجھسے نصف
لا تخاف فاد النصف الاخر الی	کا مواخذہ نہو پس اگر تجھکو خوف نہو تو دوسرا نصف
ابنتہ فان اللّٰہ سیودی عنک	بھی اسکی بیٹی کو دیدے پس بیشک اللہ تجھسے ادا کردیگا

صحیح مسئلہ یہ ہی کہ جب بیٹی کے سوا کوئی اور وارث نہین ہی تو سب مال بیٹی کو ملیگا۔ غلامون کو میراث مین کچھ نہین ملتا مگر امام نے یون بتادیا کہ بیٹی کو آدھا مال دے اور باقی غلامون کے واسطے رکھ یہ حکم سراسر غلط اور باطل تھا آخر زرارہ وغیرہ نے امام کی غلطی پکڑی اور سال آیندہ مین جب وہ سائل پھر امام کے پاس گیا اور یہ سارا قصہ بیان کیا تب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی اور یہ بھی خیال آیا کہ سب مین رسوائی ہوئی ہوگی اس لئے یہ بھی پوچھا کہ کسی کو اس مسئلے کی خبر تو نہین ہوئی سال بھر تک سائل غلطی مین پڑا رہا بڑی خیر ہوئی کہ امام کے قول پر عمل نہین کیا۔ ورنہ غلامون کو آدھا مال دیدیتا اور وہ خورد برد کرجاتے تو کیسی حق تلفی ہوتی۔

یہان تقیہ کا احتمال بھی نہین کہ سب مسلمانون کا مذہب یہی ہی کہ ایسی صورت مین کل مال بیٹی کو ملتا ہی۔ اسوقت خلفا کے فیصلے بھی اسی کے مطابق ہوتے تھے پھر امام کو سچا مسئلہ بتانے مین جان کا خوف کیا تھا جو تقیہ کرتے۔

قطع نظر اسکے امام نے قسم کھا کر کہا کہ مین نے تجھسے تقیہ نہین کیا۔ اس کے سوا

امام جعفر صادق علیہ السلام کے عہدنامہ مین تقیہ کی ممانعت تھی۔ اس سبکے علاوہ پوچھنے والا شیعہ خالص مخلص تھا اُس سے تقیہ کیون کرتے۔

اب حضرات شیعہ فرمائین کہ کیا انھین ائمہ کی اطاعت واجب تھی جنکو ایسے مشہور مسئلے بھی معلوم نہ تھے جب امام کو اپنی غلطی پر تنبیہ ہوئی تو رفع ندامت کے واسطے سائل کے سامنے یُون تاویل کی کہ مین نے جھونٹا مسلہ اس لیئے بتا دیا تھا کہ کہین غلام تجھسے جھگڑا نکرین اور تجھپر تاوان نہ پڑے یہ کیسی غلط تاویل تھی۔ جب غلامون کا کچھ حق نہین تو پھر وہ کس بنا پر جھگڑا کر سکتے۔ بالفرض یہ بھی خیال ہوتا تب بھی امام کو جھونٹا مسئلہ بتانا جائز نہ تھا۔ اور غلامون کا شر دفع کرنے کے لئے حکام کی عدالتین موجود تھین۔

زرارہ اگر امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام جانتا تو اسطرح انکی غلطی پکڑ کے اونکو رسوا نکرتا بلکہ اونکے جھونٹے فتوے کو بھی سچا جان لیتا۔ اس اعتراض مین زرارہ کے ساتھ اور بھی اصحاب ائمہ شریک ہوتے اس سے اوسی قول کی تائید ہوتی ہے کہ اصحاب ائمہ ائمہ کو معصوم نہین جانتے تھے۔ بالفرض اگر ان معترضین کو امام کے تقیہ کا احتمال ہوا تھا تو تقیہ کے راز کو فاش کیون کیا۔ یہ راز فاش کرنا ایسا گناہ تھا جیسے امام کو عمداً قتل کرنا۔ بہرحال زرارہ اور دیگر اصحاب ائمہ جنھون نے امام کی غلطی پکڑی یا سنکر امام تھے یا امام کے ایسے دشمن تھے جیسے قاتل۔

عوام یہ سنکر بھی حیران ہونگے کہ ائمہ اپنی امامت کا فقط ممبران کمیٹی سبائیہ

کے سامنے اقرار کیا کرتے تھے انکے سوا اوروں کے سامنے انکار کرتے تھے

چنانچہ مجالس[۱] المومنین مین لکھا ہے

"در کتاب مختار از سعید منقول ست کہ گفت روزے در خدمت امام جعفر علیہ السلام بودم کہ دو کس در مجلس اذن دخول طلبیدند و انحضرت ایشان را اذن کرد چون بنشستند یکے از ایشان از اہل مجلس پرسید کہ آیا در شما امام مفترض الطاعۃ ہست آن حضرت فرمودند کہ چنین کسے درمیان خود نمی شناسیم او گفت در کوفہ قومے ہستند کہ زعم ایشان آنست کہ درمیان شما امام مفترض الطاعۃ موجود ست و ایشان دروغ نمی گویند زیراکہ صاحب ورع واجتہاد اند و از جملہ ایشان عبد اللہ یعفور و فلان فلان اند پس انحضرت فرمودند کہ من ایشان را باین اعتقاد امر نکردہ ام گناہ من درآن چیست و مقارن این گفتار بر رخسار مبارک او آثار احمرار و غضب بسیار ظاہر شد و چون آن دو کس او را در غضب دیدند از مجلس برخاستند و چون از مجلس بدر شدند آنحضرت باصحاب خود فرمود کہ آیا می شناسید این دو مرد را گفتند بلے ایشان از زیدیہ اند و گمان آن دارند کہ شمشیر حضرت رسول نزد عبد اللہ بن الحسن ست پس انحضرت فرمود کہ دروغ گفتہ اند و سہ بار بر ایشان لعنت فرستاد"

[۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۴۲ مجلس پنجم ذکر سعید ۔ احمرار معنی سرخی مراد یہ ہے کہ غصہ میں امام کا چہرہ سرخ ہو گیا

یہ عبارت ہمنے بقدر ضرورت نقل کی اسکے بعد یہ ہے کہ جب وہ دونون سائل چلے گئے تو امام سنے اپنی امامت کی نشانیون کا ذکر شروع کردیا۔ اب یہ فرماتے کہ امام نے اُن دونون پر کیون لعنت کی وہ محض بے قصور تھے اور امام مفترض الطاعت کی خبر سنکر کوفہ سے امام کی تلاش مین آئے تھے امام نے خود اپنی امامت سے انکار کردیا اب اونکی کیا خطا ہے اگر قیامت کے دن اُن سے یہ سوال ہوا کہ تم اپنے زمانہ کے امام پر ایمان کیون نہ لائے تو اونکی پاس معقول جواب موجود ہے کہ امام صاحب نے خود اپنی امامت سے انکار کیا تھا۔ ایسی امامت کا کیا اعتبار جسکا کسی کے سامنے اقرار اور کسی کے سامنے انکار۔

امام سنے صاف کہدیا کہ نہ مجھکو امام مفترض الطاعت کی خبر نہ مین نے عبد اللہ بن یعفور وغیرہ اہل کوفہ کو یہ حکم کیا کہ مجھکو امام مفترض الطاعت سمجھین اگر وہ اپنی طرف سے کہتے ہین تو اس مین میرا کیا گناہ ہے۔

اب فرمائے کہ یہ قول امام کا سچ تھا یا جھوٹ۔ امام کو تو یہ خبر سنکر ایسا غصہ آیا کہ اونکا مونھ سرخ ہوگیا۔ یہ غصہ عبد اللہ بن یعفور وغیرہ پر تھا جنھون نے اپنی طرف سے امام جعفر صادق علیہ السلام کو امام مفترض الطاعت بتایا تھا۔

یہ حدیث اصول کافی[1] مین بھی موجود ہے چنانچہ جو مضمون ہم لکھ چکے ہین اوسکے بعد کا حصہ جو کافی مین موجود ہے حاصل اُسکا یہ ہے کہ امام سنے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کی تلوار ہمارے پاس ہے عبد اللہ بن حسن نے بلکہ اُسکے باپ نے بھی

۱ اصول کافی صـ۱۴۲

کبھی اُسکو نہ دیکھا ہوگا اگر وہ دونون سچے ہین تو اُس تلوار کی علامتین بتادین
پھر امام نے فرمایا کہ ہمارے پاس رسول اللہ صلعم کی زرہ اور خود اور مغفر اور علم
ہے اور ہمارے پاس الواح موسی اور عصای موسی اور خاتم سلیمان ہے اور ہمارے
پاس وہ اسم اعظم ہے جسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانون اور مشرکون کے درمیان
کردیتے تھے تو پھر مشرکون کا تیر مسلمانون تک نہین پہنچتا تھا اور ہتھیار ہم مین امامت
کی نشانی ہے جسکے پاس ہتھیار نہین وہی امام ہے۔

یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ امام نے اپنے امام مفترض الطاعت ہونے کا انکار
کیا اور آخر مین مطلق امامت کا اقرار کیا جسکے معنی فقط پیشوا کے ہین اور ایسی امامت
اُن مین سُنیون کو بھی تسلیم ہے۔ پس ان دونون قولون مین تناقض نہین اور
اگر اخیر قول کے یہ معنی سمجھے جاوین کہ آخر مین امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے
آپ کو امام مفترض الطاعۃ بتایا تو اس سے لازم آوے گا پہلے جو امام نے انکار
کیا تھا وہ صریح جھوٹ بولا تھا جو بڑے شرم کی بات ہے۔

افسوس کہ حضرات شیعہ امام کے قول کو جھوٹا سمجھنے پر بڑے دلیر ہین کچھ بھی
شرم نہین کرتے اور باین ہمہ اُن کو مفترض الطاعت بھی سمجھتے ہین جسکا امام خود
انکار کرتے ہین۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو تو تقیہ کرنا جائز ہی نہ تھا اس لئے کہ اللہ اُنکو حکم
کرچکا تھا کہ تم اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو اور تم حفاظت اور امان مین رہوگے

قطع نظر اسکے جب اونکے پاس انگشتری حضرت سلیمان علیہ السلام کی موجود تھی تو ہر شخص کو مسخر کر سکتے تھے اونکے پاس عصائے موسی موجود تھا جو اژدہا بنکر سب دشمنوں کو نگل جاتا اونکے پاس اسم اعظم موجود تھا جسکی برکت سے کوئی آسیب نہ پہونچتا۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کو بذریعہ نجوم وجفر وغیرہ علوم ائمہ کے یہ بھی معلوم تھا کہ اُن دونوں شخصوں سے اونکو کوئی مضرت نہ پہنچے گی۔ پھر امام کو کیا خوف تھا اور کیوں جھوٹ بولتے۔

اگر امام ان آثار انبیاء سے کچھ کام نہیں لے سکتے تھے تو بیکار یہ چیزیں اونکو کیوں دیگئی تھیں اور جب وہ ڈر کے مارے جھوٹ بولتے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہتھیار اُن کو کیوں ملے تھے۔

چون تقیہ شعار ایشان بود
بر ائمہ سلاح جنگ چہ سود

اور جب امام جعفر صادق علیہ السلام نے اپنے مفترض الطاعت ہونے سے انکار کردیا اور یہ بھی فرمادیا کہ مین نے کسیکو یہ حکم نہین کیا تو مذہب شیعہ بالکل باطل ہوگیا اب شیعے امام جعفر صادق علیہ السلام کو اس قول مین جھوٹا بناکر اونکو امام مفترض الطاعۃ بتاتے ہین۔

اب اگر یہی فرض کیا جاوے کہ امام نے بہ لحاظ مصلحت جھوٹ بولا تھا تو عبداللہ بن یعفور وغیرہ اصحاب امام نے جو کوفہ مین امام کے اس راز کو فاش کیا

وہ نافرمان اور مرتکب گناہ کبیرہ اور قاتل امام تھے۔

یہین سے سمجھنے والے سمجھ سکتے ہین کہ یہ لوگ کس طرح امام پر افترا کیا کرتے تھے اور امام کو اُسکی خبر بھی نہ ہوتی تھی۔ اس روایت کے اول کے انکاری حصہ کے ساتھ آخر کا اقراری حصہ اس لئے تصنیف کیا گیا کہ پہلا حصہ مصلحتی جھونٹ بن جاوے **تعجب** ہے کہ عصاے موسی نے معرکہ کربلا مین جناب امام حسین علیہ السلام کو کچھ کام ندیا کہ اژدہا بنکر دشمن کی تمام فوج کو نگل جاتا۔ نہ خاتم سلیمانؑ نے دشمنون کی تمام فوج کو مسخر بنایا اور اس سے بھی اوسی مضمون کی تائید ہوتی ہے جو پہلے مذکور ہوچکا ہے کہ جناب امام حسینؑ نے باوجود قدرت کے بچاؤ کے طریقے اختیار نہ کئے اور قصداً اُس معرکہ مین موت قبول کی۔

موسی کی عصا کا تھا فقط نام تو بیکار ⁂ خاتم بھی سلیمان کی ندی کام تو بیکار
جب خوف یہ غالب تھا کہ سکتے نہ تھے حق ⁂ پھر گھر مین پیمبر کی تھی صمصام تو بیکار

اب حضرات شیعہ انصاف فرماوین کہ یہ کیسے امام مفترض الطاعت تھے کہ علانیہ جھونٹ بولا کرتے تھے مکہ مین مشرکین کا کیسا غلبہ تھا مگر کبھی رسول نے مشرکین کے خوف سے بتون کی تعریف نہین کی۔ شرک کو جائز نہین کہا۔ اپنی رسالت سے انکار نہین کیا پھر ائمہ نے علانیہ جھوٹے حکم دینے کا طریقہ کیون اختیار کیا۔ کبھی حرام جانور کو حلال کہدیا۔ کبھی بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتادیا۔ حالانکہ اس مسئلہ مین تقیہ بھی نہ تھا محض بے علمی تھی۔ کبھی اپنی امامت سے صاف انکار کردیا۔ علم مجلسون مین

ہمیشہ سُنّی بنے رہے۔ اپنے مخلصین شیعہ مین بھی اختلاف ڈالتے رہے اور ایک سوال اگر تین آدمیون نے پوچھا تو ہر ایک کو جُدا جواب دیا۔

جب بزعم شیعہ بعد رسولؐ کے دین رسول کا مدار ہر زمانے مین ایک امام پر ٹھہرا اور ائمہ کی یہ حالت تھی تو اب فرمائے کہ ائمہ کا کونسا قول سچّا مانا جاوے ائمہ کو اللہ نے اس لئے امام مقرر کیا تھا کہ بندے اونکے احکام کی اطاعت کرین پس ضرور ہے کہ اللہ اونکی آپ حفاظت کرے کہ احکام باطل اونکی زبان پر جاری نہون اس لئے کہ احکام باطلہ کا اونکی زبان پر جاری ہونا اللہ کی اُس غرض کے منافی ہے جس غرض سے اونکو امام مفترض الطاعۃ مقرر کیا ہے۔ ملا جی مجلسی نے حیات القلوب[1] مین فرمایا ہے۔

"چون غرض از بعثت ایشان اینست کہ مردم اطاعت نمایند و ہرچہ از اوامر و نواہی الٰہی بایشان فرمایند امتثال کنند اگر معصوم (یا محفوظ) نگرداند ایشانرا منافی غرض از بعثت خواہد بود و بر حکیم روا نیست کہ فعلی کند کہ منافی غرض اوباشد"

قرآن مین اللہ نے صاف فرمادیا ہے فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ یعنی اُن سے مت ڈرو مجھسے ڈرو۔ اور نیز اللہ نے فرمایا ہے فَلَا تَخَافُوهُمْ وَخَافُونِ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ یعنی اگر تم مومن ہو تو اُنسے مت ڈرو مجھسے ڈرو۔ اور نیز اللہ کا حکم پہنچانے والون کی صفت قرآن مین یہ مذکور ہے۔ وَيَخْشَوْنَهُ وَلَا يَخْشَوْنَ أَحَدًا إِلَّا اللَّهَ اللہ سے ڈرتے ہین اور اللہ کے سوا کسی سے نہین ڈرتے۔ اس آیت سے صاف

[1] حیات القلوب جلد اول صفحہ ۱۲

ظاہر ہو گیا کہ جو لوگ امامت کا دعوی کرین اور آدمیون سے ڈر کر اللہ کے حکم جھوٹے بیان کرین وہ ہرگز اللہ کا حکم پہنچانے والے نہین۔

شیعہ کہتے ہین کہ یہ آیتین متروک العمل ہین اس لئے کہ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے اونپر عمل نہین کیا اور مشرکین سے ڈر کر غار مین جان چھپائی۔

مگر اسکا جواب یہ ہے کہ رسول نے ہمیشہ انھین کے مطابق عمل کیا اور مشرکین سے کبھی خوف نکیا ہمیشہ اونکے سامنے شرک اور بتون کی برائی صاف صاف بیان کرتے رہے کبھی اُنسے ڈر کر کوئی حکم خلاف حق بیان نہین کیا اور غار مین تشریف لیجانا خوف کی وجہ سے نہ تھا بلکہ اس وجہ سے تھا کہ اسوقت تک جہاد کی اجازت نہ تھی۔

البتہ موافق روایات شیعہ ائمہ نے ان آیتون کے خلاف عمل کیا اس لئے کہ مخالفون سے ڈر کر علانیہ جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے اور عام مجلسون مین اپنے آپ کو سُنی کہتے تھے خلفا کی تعریف کرتے تھے۔ اللہ پر اُن کو کچھ بھی توکل نہ تھا۔

اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرنے کا حکم اگرچہ قرآن مین بھی موجود تھا مگر ائمہ کے واسطے بالتخصیص بھی عہد نامون مین بھی حکم نازل ہوا جن مین امام باقر اور امام جعفر علیہم السلام سے خاص خطاب تھا مگر پھر بھی اونکا خوف زائل نہ ہوا اور ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے علانیہ بیان کرتے رہے۔ انبیاء سابقین نے

نے کیسی کیسی ایذائین اوٹھائین مگر کلمہ حق سے کبھی تجاوز نہین کیا۔ ائمہ تو شیعون کے اعتقاد مین انبیا رسابقین سے بھی افضل ہین پھر اُنھون نے جھوٹے مسلے کیون بیان کیے جب کہ اللہ نے قرآن مین یہ حکم دیا ہی کہ میرے سوا کسی سے نہ ڈرو تو اُسکے ساتھ یہ بھی خبر دی ہے کہ اللہ کی یہ عادت ہے کہ صالحین کا مددگار اور کارساز ہوتا ہی چنانچہ فرماتا ہی وَھُوَ یَتَوَلَّی الصَّالِحِیْنَ اور اللہ کارساز ہوتا ہے صالحین کا پھر ائمہ کو اس وعدہ پر اعتماد کیون نہ تھا اور جھوٹے مسلے کیون بیان کرتے تھے۔

جناب سیدہ علیہا السلام نے باوجود عورت ہونے کے اتنا بھی خوف نہ کیا کہ دعوی فدک سے دست بردار ہون بلکہ اتنی جرات کی کہ گھر سے باہر نکلکر عمر سے ہاتھا پائی کی (معاذ اللہ) اور ائمہ پر باوجود مرد ہونے کے ایسی ہیبت چھائی کہ ڈر کے مارے جھوٹے حکم بیان کرنے لگے۔

جناب امام حسین علیہ السلام نے قتل ہونا گوارا کیا مگر تقیہ نکیا یہ جرات باقی ائمہ کو کیون نہ نصیب ہوئی۔ حال آنکہ ائمہ اگر دعا کرتے ضرور مقبول ہوتی مگر تعجب ہے کہ ائمہ نے اپنے خوف دور ہونے کی دعا بھی نہ مانگی۔ عصای موسی اور خاتم سلیمان جو اونکے پاس تھی اُس سے بھی کام نہ لیا۔ رسول کے ہتھیارون کو معطل کیا اور گھر مین چھپا کر رکھ چھوڑے اُن سے کام لینے کی بھی جرات نہ ہوئی۔

سب سے زیادہ عجیب یہ ہے کہ اونکو اپنی موت کا وقت بھی معلوم تھا مرنا

اپنے اختیار مین تھا جو حوادث اُن پر واقع ہونے والے تھے وہ بھی پہلے سے معلوم تھے پھر کیا خوف تھا چنانچہ اصول[۱] کافی مین ایک باب اسی بیان مین باندہا ہے۔

باب ان الایمۃ علیہم السلام یعلمون متی یموتون وانہم لا یموتون الا باختیار منہم	باب اس بیان مین کہ ایمہ علیہم السلام جانتے ہین کہ کب مرینگے اور وہ نہین مرتے مگر اپنے اختیار سے

جن لوگون کو اپنی موت کا وقت معلوم نہ ہو وہ تو موت کے خوف سے ڈرتے ہین ایمہ کو تو اپنی موت کا وقت معلوم تھا اُس سے پہلے ہرگز اونکو موت کا خوف نہین ہو سکتا تھا پھر کیون ڈرتے تھے اور جھوٹے مسئلے کیون بیان کرتے تھے

ائمہ پر جتنے حوادث آنے والے ہوتے ہین وہ سب اونکو پہلے سے معلوم ہوتے ہین چنانچہ اصول[۲] کافی مین ہے۔

عن ابی بصیر قال قال ابو عبد اللہ علیہ السلام ای امام لا یعلم ما یصیبہ والی ما یصیر فلیس ذلک بحجۃ اللہ علی خلقہ	ابو بصیر سے روایت ہے وہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے فرمایا کہ جس امام کو یہ معلوم نہ ہو کہ اسکو کیا پہنچنے والا ہی اور اسکی کیا حالت ہونے والی ہے وہ مخلوق مین اللہ کی حجت نہین۔

پس ہر ہر امام کو اپنے حوادث پہلے ہی سے معلوم تھے اُس سے زیادہ کوئی آفت اونپر نہین آسکتی پھر جھوٹے فتوے کیون دیتے تھے۔

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۵۸ [۲] اصول کافی صفحہ ۱۵۸

اب اگر یہ بھی فرض کرو کہ اونکو اپنی جان کا خوف تھا اس لئے جھوٹے مسئلے بیان کرتے تھے تو بھی تعجب ہی کہ اُنھون نے یہ خیال کیون نہ کیا کہ اگر حق کہنے پر مارے جائین گے تو شہید اکبر ہونگے پھر ایسی موت سے کیون بھاگتے تھے اگر اپنی جان اس لئے عزیز تھی کہ ہدایت کا کام اُنسے متعلق تھا تو یہ بھی معلوم تھا کہ زمانہ امام سے خالی نہین رہتا اونکے مرتے ہی اونکا جانشین قایم ہو جاے گا ظاہری قوت بھی اونکو ایسی تھی کہ پوری فوج تیار کر سکتے تھے اس لئے کہ بہت سے مسلمان اہلبیت کی مدد پر آمادہ تھے بڑی دلیل اسکی یہ ہی کہ سادات نے جب کبھی خروج کیا ایک بھاری فوج اونکے ساتھ ہوتی تھی شکست کی وجہ سوء تدبیری تھی اگر ائمہ بذاتِ خود جہاد کا انتظام کرتے تو غالبًا فتح پاتے اور چونکہ خاندان سادات مین ائمہ سب مین افضل سمجھے جاتے تھے اگر یہ خروج کرتے تو انکے ساتھ جمعیت بھی زیادہ ہوتی اکثر لوگ لشکر زید شہید کے اس لئے بھاگے کہ امام ساتھ نہ تھے انھین کے بھاگنے سے اورون کے پانون اکھڑ گئے یہی وجہ شکست کی ہوئی چنانچہ مجالس المومنین[ل] مین سلیمان بن خالد کے بھاگنے کی وجہ یہی لکھی ہے۔

امام زین العابدین علیہ السلام پر خوف و ہراس ایسا غالب ہوا کہ باپ کی غیرت کو بھول گئے اور یزید کے سامنے نہایت عاجزی کے ساتھ غلامی کا اقرار کیا مگر جب اونکے مخلصین شیعہ مین سے مختار نے کامل غلبہ پایا اور خون حسینؑ کا پورا انتقام لیا اور کئی برس تک بہت بڑے ملک پر مسلط رہا اوسوقت امام سے

[ل] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۵۰۔

یہ ہو سکا کہ مختار کو ساتھ لیکر بذاتِ خود جہاد کا انتظام کرتے مجالس المومنین مین لکھا ہے۔

"مختار ابن ابی عبیدہ الثقفی رحمہ اللہ تعالےٰ علامہ حلی اورا از جملہ مقبولان شمردہ۔"

جناب امیر علیہ السلام نے خلافت کا چھن جانا جناب سیدہ علیہا السلام کا گھر سے باہر نکلکر عمر رضہ سے ہاتھا پائی کرنا اور آخر کو قتل ہونا فدک کا چھن جانا ام کلثوم کا غصب ہو جانا۔ اپنی گردن مین رسی باندھ کر کھنچنا وغیرہ وغیرہ گوارا کیا اور ان ناگوار تلخیون کو شربت کے گھونٹ کی طرح پی گئے۔ مگر جہاد پر کمر باندھنے کی جرات نہ ہوئی۔ حالانکہ عصائے موسیٰ اور خاتم سلیمان اور لشکر جنات اور اختیار اظہار معجزات کے علاوہ شجاعت ذاتی۔ اور تمام جوانان بنی ہاشم اور قبیلہ بنو حنیف جان نثاری کے لئے موجود تھے۔ مجالس[۵۱] المومنین مین لکھا ہے۔

بنو حنیف طائفہ از عرب بادیہ اند کہ در زمان حضرت رسالت پناہ مسلمان شدند و رئیس آن قوم مالک بن نویرہ بود کہ از ارادف ملوک و شجاعان روزگار بود و شرف صحبت حضرت رسالت پناہ دریافتہ بود و ہمگی ایشان از جملہ محبان اہل البیت بودند

اسکے بعد مجالس المومنین مین یہ قصہ لکھا ہے کہ مالک بن نویرہ ابو بکر رض کے خلیفہ ہو جانے کی خبر سنکر مدینہ مین آیا اور مسجد مین جاکر ابو بکر رض سے لڑا اور نص امامت جناب امیر یاد دلائی اور دونون طرف سے سخت کلامی واقع ہوئی پھر ایک جماعت نے لڑکا کی

[۵۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۲۵

کرکے مالک کو نکالدیا اور اسکے بعد ابو بکرؓ نے خالد کو فوج جرار کے ساتھ مالک سے لڑنے کے لئے بھیجا۔

اگر جناب امیر اس قوم کو ساتھ لیکر جہاد کرتے تو اچھی خاصی فوج اونکے واسطے موجود تھی غضب تو یہ ہی کہ جناب امیر علیہ السلام کی حمایت کی وجہ سے جب مسجد مین مالک کی للکاری ہوئی اسوقت بھی جناب امیر نے مالک کی ذرا بھی مدد نہ کی اور جب خلیفہ اول کی فوج غضب الٰہی کی طرح قوم بنو حنیف پر پہنچی اسوقت بھی جناب امیر نہایت رضامندی کے ساتھ یہ تماشا دیکھتے رہے اور اپنے جان نثارون کی ذرا بھی معاونت نہ کی ورنہ اگر اس قوم کو حسن تدبیر کے ساتھ لڑاتے تو کیا عجب تھا کہ فتح پاتے جس طرح رسولؐ کے زمانہ مین فقط ایک جناب امیر کی جنگ سے بڑی بڑی معرکے فتح ہو گئے۔ کیا تعجب تھا کہ مالک کی فوج مین بھی جناب امیر کی شراکت وہی جلوہ دکھادیتی بلکہ جناب امیر نے یہ کیا کہ جب اس قوم کے قیدی گرفتار ہو کر آئے تو اُن مین سے ایک باندی خولہ اپنے حرم سرا مین داخل کرلی جو محمد بن حنفیہ کی مان ہے۔ اس الزام کو مٹانے کے لئے شیعون نے عجیب عجیب روایتین تصنیف کرلی ہین۔

اس کے علاوہ اگر جناب امیر کوشش کرتے تو تمام انصار کو اپنے ساتھ کرلیتے اس لئے کہ انصار کے قبیلہ خزرج کا سردار سعد بن عبادہ جناب امیر کی امامت کا معتقد تھا اور نص رسولؐ کے خلاف عمل کرنا نہین چاہتا تھا اسی وجہ سے خلافت اُس نے

قبول نہ کی مجالس المومنین[۵] مین لکھا ہے۔

شیخ فاضل حسن بن علی بن محمد الطبری در کتاب کامل بہائی کہ آنرا بنام صاحب
اعظم خواجہ بہاء الدین جوینی نوشتہ ذکر نمودہ کہ سعد بن عبادہ رئیس قبیلہ
خزرج و از اتقیائے انصار بود چون مردم در بیعت ابو بکر شروع کردند انصار
گفتند چون ترک نص خدا و رسول کردید و اتباع ہوا می کنید یکے از دیگرے
اولے نیست ما کہ انصاریم سعد بن عبادہ را رئیس و خلیفہ خویش می کنیم سعد
چون این سخن بشنید گفت من دین خدا را بدنیا نمی فروشم و خدا و رسول را
خصم خود نکنم و این کار قبول نکنم تا میان من و دیگران پیش خدایتعالی فرقے باشد
چون سعد چنین گفت کار ابو بکر قوتے گرفت و مردم میل بر آن طرف کردند و از
سعد بیعت طلب نمودند ابا کرد و گفت این دروغ بخود نخواہم بدیگرے ہم نخواہم
و از برائے خاطر دیگران بہ دوزخ نروم و سعد بر ابو بکر بیعت نکرد و بزمان عمر
عمر الحاح کرد او قبول نکرد و از قوت و کثرت قوم وے باوے اکراہی نتوانستند کرد
و زہرہ اجبار او نداشتند لاجرم باوے بظاہر می ساختند و در تحصیل بیعت
او مسلہا می پرداختند تا آنکہ قیس پسر سعد روزے عمر را نصیحت کرد و گفت
نصیحت من قبول کن و از سر شفقت بشنو کہ سعد سوگند یاد کردہ کہ بر شما بیعت
نکند و از و بجبر بیعت نتوان گرفت الا بعد از قتل وے و قتل وے منوط
است بقتل جملہ خزرج و قتل خزرج منوط است بقتل اوس و قتل اوس منوط است

[۵] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۰۱ سنہ ۱۲۹۹ ابا مبنی انکار ۱۲

بقتل جملہ بطون بین و این مقدور شما نباشد و بیش از دست شماست"

پس اگر جناب امیر عزم جہاد کرتے تو سعد بن عبادہ ضرور اونکے ساتھ ہوتے اور سعد کی وہ قوت تھی کہ خلفا باوجود اپنی شان وشوکت کے سعد پر غالب نہین ہو سکتے تھے تمام انصار سعد کے ساتھ ہو کر جناب امیر کے شریک ہو جاتے۔

ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ جناب امیر کے شریک تھے جیسے خالد بن سعید مقدادؓ۔ ابوذرؓ۔ سلمانؓ۔ بریدہ اسلمیؓ۔ عمارؓ۔ ابوالہیثم ابن تیہانؓ۔ عثمان بن حنیفؓ خزیمہ بن ثابتؓ۔ ابی بن کعبؓ۔ ابو ایوب انصاری۔ بلال۔ اسامہ بن زیدؓ عباسؓ مع تمام بنی ہاشم کے جن مین عباسؓ کے چارون بیٹے اور جعفرؓ اور حمزہؓ کی اولاد اور عقیلؓ اور اونکی اولاد وغیرہ شامل تھی۔ قنبرؓ اور جناب امیر کے چند غلام جناب امیرؑ کے ساتھ تھے اور ان مین سے ہر ہر شخص کے ساتھ دو چار آدمی تابعین مین سے بھی تھے۔ بنی ہاشم کے غلامون کی بہت بڑی جماعت تھی۔

ملا باقر مجلسی نے حیاتؔ القلوب مین لکھا ہے کہ بارہ ہزار اصحابی ایسے تھے جو محب اہل بیت اور خالص مخلص تھے عبارت اوسکی یہ ہے۔

"(ابن بابویہ) بسند حسن از حضرت صادق روایت کردہ است کہ اصحاب رسول خدا دوازدہ ہزار نفر بودند ہشت ہزار نفر از مدینہ و دو ہزار از اہل مکہ و دو ہزار از رہا و آزادہ کردہا و یکی از ایشان قدری نبودند و مرجی نبودند۔ کہ گویند ایمان ہمہ کس بیک قسم ست حروری

سلہ حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۵۸۸۔

نبودند کہ امیر المومنین را ناسزا گویند و معزولی نبودند کہ گویند خدارا
در عمل بندہ ہیچ دخل نیست و در دین خدا بہ رائے خود سخنے نمے گفتند
و در شب و روز گریہ می کردند و مے گفتند خداوندا روحہائے مارا قبض
کن پیش ازانکہ خبر شہادت حضرت امام حسین بشنویم"
پس یہ بارہ ہزار آدمی حضرت علی رض کے ساتھ تھے جن میں سے آٹھ ہزار خاص مدینہ
میں موجود تھے۔ علمائے شیعہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان صحابہ کا نام اس وجہ سے
معلوم نہیں، کہ جن کتابوں میں انکا ذکر تھا وہ کتابیں مفقود ہو گئیں چنانچہ مجالس[۵۱]
المومنین میں لکھا ہے۔

"متقدمین اصحاب مانند شیخ اعظم محمد بن علی بن الحسین بن بابویہ القمی کتابہا
در ذکر رجال اخیار از صحابہ سید مختار نوشتہ اند اگرچہ فی الحال ازآنہا
اثرے نیست و بواسطہ سوختن و شستن مخالفان خبرے نہ ۔"

یہ سب لوگ فقط اس وجہ سے مجبور ہو گئے کہ جناب امیر پر خلفا کی ہیبت ایسی چھا
گئی تھی کہ باوجود اتنی قدرت کے انھوں نے جہاد پر کمر نہ باندھی۔ گواہ چست
مدعی سست کا حساب ہو گیا۔

حال آنکہ جناب امیر میں ذاتی شجاعت ایسی تھی کہ وہ تنہا بڑی بڑی فوجوں پر
غالب آتے تھے چنانچہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جناب امیر کو اپنے بستر
پر سلا کر غار ثور میں تشریف لے گئے تو صبح کو تمام کفار قریش نے جمع ہو کر جناب

[۵۱] مجالس المومنین مطبوعہ طہران ص ۱۱

امیر پر حملہ کیا اُس وقت تنہا جناب امیر نے لشکر کفار کو شکست دی اور غالب آئے۔ حیات القلوب[1] مین لکھا ہے۔

"چون صبح طالع شد کفار قریش ہمہ برخاستند وشمشیرہا کشیدند و بر سر امیرالمومنین دویدند وخالد بن ولید در پیش ایشان بود۔ پس آن شیر خدا از جا برجست و رو بایشان دوید وخالد را گرفت و دستش را پیچید واو مانند شتر فریاد مے کرد پس شمشیر خالد را گرفت و رو بر ایشان آورد وہمہ گریختند و چون ہمہ را بیرون کرد شناختند کہ امیرالمومنین ست گفتند مارا با تو کارے نیست محمد کجاست حضرت فرمود کہ شما او را بمن سپردہ بودید شما خواستید او را بیرون کنید او خود بیرون رفت۔"

جب کہ اکیلے جناب امیر نے تمام کفار مکہ کو عاجز کر دیا تو اس سے ظاہر ہے کہ اُن کو کسی دُوسرے کی مدد کی ضرورت نہ تھی وہ اگر تنہا بھی لڑتے تو خلفا پر فتح پالیتے کفار نے حملہ اسوجہ سے کیا تھا کہ جناب امیر کو پہچانا نہ تھا اگر جناب امیر اپنی ذات کو ظاہر کر دیتے تو کفار کا گروہ ہٹ جاتا اُنکے کچھ سروکار نہ تھا جناب امیر نے بلا ضرورت جنگ کی حالانکہ اُسوقت تک جہاد کی اجازت نہین ہوئی تھی اسی وجہ سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بغیر جنگ کے ہجرت کی ورنہ جناب امیر رسولؐ سے زیادہ بہادر نہ تھے رسُولؐ کی موجودگی مین کبھی اونکو ایسی جنگ کرنے کا شوق نہ ہوا۔ جناب امیر نے غضب کیا کہ رسولؐ کے باہر چلے جانیکی صاف صاف

[1] حیات القلوب صفحہ ۳۰۹۔

خبر دیدی جبھی تو کفار نے بیرون مکہ رسول کی تلاش شروع کی اُسوقت رسول مکہ کے قریب غار مین موجود تھے اگر جناب امیر ایسی تصریح سے خبر نہ دیتے تو شاید کفار کو یہ گمان ہوتا کہ رسول اسی شہر مین کسی کے گھر ہونگے باہر کی طرف اونکا خیال کم جاتا۔ اس قسم کی غلطیان جناب امیر سے اکثر ہوتی تھین یہی وجہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اونکو اپنے ساتھ نہ لیا اور سفر ہجرت مین رفاقت کے لئے ابوبکر رض کو منتخب کیا افسوس کہ جناب امیر کو بلا ضرورت تو جنگ ناجائز کا ایسا شوق اور ضرورت کے وقت خلفا کے مقابلے مین ایسی گریز کہ بی بی جنگ کے لئے گھر سے باہر نکلے اور خود پردہ نشینی اختیار فرماوین غصب ام کلثوم کے وقت بھی کچھ حس و حرکت نکرین بلکہ غصب ام کلثوم کو اس وجہ سے غنیمت اور مصلحت سمجھین کہ داماد بن جاوینگے تو اُسکے بعد عمر رض جبر نہ کرینگے چنانچہ علامہ شوستری نے مجالس المومنین مین کتاب شفی مصنفہ سید مرتضی سے ابوالحسن علی بن اسمعیل کا یہ قول نقل کیا ہے۔

"پرسیدند کہ چرا آنحضرت دختر بہ عمر بن الخطاب داد گفت بواسطہ آنکہ اظہار شہادتین می نمود و بزبان و اقرار فضل حضرت امیر مے کرد و در آن باب اصلاح غلظت[۵۱] و فظاظت او نیز منظور بود۔"

دیکھئے جناب امیر کی فطرت کہ عمر رض کو داماد بناکر راضی کرلیا حالانکہ جن عمر رض سے جناب امیر ایسے مجبور تھے کہ اب اونکو داماد بنانے کی ضرورت پڑی یہ وہی عمر رض ہین جو جناب امیر سے ایسا ڈرتے تھے کہ اونکی صورت دیکھکر بدحواس ہوجاتے تھے چنانچہ حیات القلوب[۵۲] مین ہے

[۵۱] غلظت بمعنی سختی۔ فظاظت بمعنی درشت خوئی یعنی یہ بھی منظور تھا کہ داماد ہوجانے کی وجہ سے عمر رض کی سختی و درشت خوئی کی اصلاح ہوجاوے گی ۱۲ [۵۲] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۳۴۷

(علی بن ابراہیم) از ابو وائلہ روایت کردہ است کہ گفت روزے با عمر بن الخطاب بجاہے میرفتم ناگاہ اضطرابے در او یافتم و صداے از سینہ او شنیدم مانند کسیکہ از ترس مدہوش شود گفتم چہ شد ترا اے عمر گفت مگر نمی بینی شیر بیشہ شجاعت را و معدن کرم و فتوت را و کشندہ طاغیان و باغیان را و زنندہ شمشیر و علمدار صاحب تدبیر را چون نظر کردم علی بن ابیطالب را دیدم گفتم اے عمر این علی بن ابی طالب ست گفت نزدیک من بیا تا شمہ از شجاعت و دلیری و بسالت او برائے تو بیان کنم۔ بدانکہ حضرت رسولؐ در روز احد از ما بیعت گرفت کہ نگریزیم و ہر کہ از ما بگریزد گمراہ باشد و ہر کہ کشتہ شود شہید باشد و پیغمبر ضامن بہشت باشد برائے او چون بجنگ ایستادیم ناگاہ دیدیم کہ صد نفر از شجاعان و صنادید قریش رو بما آوردند کہ ہر یک صد نفر یا بیشتر از دلیران با خود داشتند پس مارا از جای خود کندند و ہمہ گریختیم در آنجا علی را دیدیم کہ مانند شیر ژیان کہ بر گلہ موران حملہ کند بر مشرکان حملہ میکرد و از ایشان پروانمی کرد چون مارا دید کہ میگریزیم گفت قبیح و پارہ پارہ و بریدہ و خاک آلود باد روہاے شما کجا میگریزید بسوے جہنم میشتابید چون دید کہ ما بر نمیگردیم بر ما حملہ کرد و شمشیر پہنے در دست داشت کہ مرگ از آن میچکید و گفت بیعت کردید و بیعت را شکستید و اللہ کہ شما سزاوار تر اید بکشتہ شدن از آنہا کہ من میکشتم چون بدیدہ ہایش نظر کردیم مانند دو کاسہ روغن زیت کہ آتش در آن افروختہ باشند مید رخشید و مانند دو قدح پر خون از شدت غضب سرخ شدہ بود

من جزم کردم کہ ہمہ ما را بیک حملہ ہلاک خواہد کرد پس من از ساہر گریختگان بہ نزدیک او رفتم و گفتم ای ابو الحسن بخدا ترا سوگند میدہم کہ دست از ما برداری۔ زیرا کہ عرب کارشان اینست کہ گاہ میگریزند و گاہ حملہ می کنند ننگ گریختن را برطرف میکنند گویا از روی من شرم کرد و دست از ما برداشت و بر کافران حملہ کرد و تا این ساعت ترس او از دل من بدر نرفتہ است و ہر گاہ کہ او را می بینم چنین ہراسان می شوم۔"

تعجب ہی کہ رسولؐ کی وفات پاتے ہی وہ ہیبت عمرؓ کے دل سے کیون نکل گئی بلکہ جو حالت پہلے عمرؓ کی علیؑ کے سامنے ہوتی تھی اب وہ علیؑ کی عمرؓ کے سامنے ہونے لگی اور جناب امیر اُس طرح آنکھین لال پیلی بنا لینے کی تدبیر کیون بھول گئے جس سے تمام صحابہ پر ہیبت بیٹھ جاتی۔ اور جناب امیر کی خلافت کا کوئی مزاحم نہ ہوتا یہ تو ایسی تدبیر تھی کہ بغیر جنگ کے کام بن جاتا۔ مگر افسوس کہ جناب امیر کے دل پر ایسی ہیبت بیٹھ گئی تھی کہ اونکو اب اُس طرح آنکھین لال بنا لینے پر قدرت نہ رہی۔ دستور ہے کہ جب سپاہی کے اوسان بگڑ جاتے ہین پھر اُس سے کچھ بھی نہین ہو سکتا اور سارے حربے جو اُسکے پاس ہین بیکار ہو جاتے ہین۔

اسی ہیبت زدگی کی حالت مین جب کبھی اپنی پرانی شجاعت جناب امیر کو یاد آجاتی تھی تو حکم صبر کو فراموش کر کے لپٹ پڑتے تھے اور دشمن کو پچھاڑ لیتے تھے مگر ضعف قلب کی وجہ سے ہیبت غالب آجاتی تھی اور حکم صبر کا یاد آجانا جنگ سے گریز کرنیکا

حیلہ ہو جاتا تھا۔ اس وجہ سے بنا بنایا کام بگڑ جاتا تھا چنانچہ ملا مجلسی حق الیقین مین فرماتے ہین۔

"پس حضرت امیر المومنین بیتاب شد و برجست و گریبان عمر را گرفت و بر زمین زد و گردنش را پیچید کہ آنرا بکشد بخاطر آورد وصیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راکہ اورا امر بصبر و نہی از مقابلہ ایشان فرمودہ بود دست برداشت۔"

اس روایت سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جتنی دیر تک جناب امیر عمرؓ سے کشتی لڑتے رہے اوتنی دیر حکم رسول کی مخالفت کے مرتکب تھے شاید اُس وقت عصمت زایل ہو گئی ہو گی۔

دوسری بار پھر یہی اتفاق ہوا چنانچہ حق الیقین مین ہے۔

"پس عمر برخاست کہ بر سلمان حملہ کند حضرت امیر المومنین برجست و گریبان آنرا گرفت و اورا بر زمین زد و گفت اے پسر ضحاک حبشہ اگر نہ آن باشد کہ پیش نوشتہ شدہ و عہدے کہ از حضرت رسول پیشتر شدہ ہر آئینہ تو می نمودم کہ کیست کہ یاورش ضعیف ترست و عدوش کمتر ست۔"

اس مرتبہ بھی جناب امیر نے صبر چھوڑا اور حکم رسول کی مخالفت کی حالانکہ عہد یاد تھا پس اسوقت بھی صفت عصمت زائل ہو گئی تھی اس روایت سے یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ جناب امیر ظاہری قوت اور عدد رفقا کی کثرت مین بھی اپنے آپ کو بمقابلہ خلفا کے غالب سمجھتے تھے اور یہ خیال کہ جناب امیر کا کوئی یار و مددگار نہ تھا محض باطل ہے

یہ بھی ظاہر ہے کہ صبر کا حکم ضعف او ربیکسی کی صورت مین تھا اور جب قوت حاصل ہو رفقا مدد کے لیئے موجود ہون تو ہرگز صبر کا حکم نہ تھا ورنہ حضرت علیؑ امیر شام کے مقابلے مین بھی صبر کرتے۔

جناب امیر اگر خلفا کے مقابلے مین عہد صبر پر عمل کرتے تو بار بار کشتی کیون لڑتے اس لیئے کہ عہد مین یہی تھا کہ غصہ مت کیجیو۔ اصول کافی[۱] مین ہے۔

علی الصبر منك علی کظم الغیظ } تیری طرف سے صبر چاہیئے غصہ کو پی جانے مین۔

پس جب غصہ کرنا بھی منع تھا تو کشتی لڑنا بدرجۂ اولی منع ہوگا۔

اگر روایات شیعہ پر نظر ڈالی جاوے تو ظاہر ہو گا کہ جناب امیر نے بڑی بڑی قوتین اپنی خلفا کے مقابلے مین ظاہر کی ہین قطب الدین راوندی نے کتاب الخرائج[۲] والجرائح مین لکھا ہے۔

ان ابا بکر امر خالد بن الولید ان یقتل علیا اذا سلم من صلوۃ الفجر بالناس فاتی خالد وجلس الی جنب علی ومعہ سیف فتفکر ابو بکر فی صلوتہ فی عاقبۃ ذلك فخطر ببالہ ان بنی ہاشم	ابو بکر نے خالد بن الولید کو یہ حکم کیا تھا کہ جب علی فجر کی نماز جماعت سے پڑھ کر سلام پھیرین اسوقت اُنکو قتل کر دے تو خالد تلوار لیکر علی کی برابر آبیٹھا پھر ابو بکر نے اپنی نماز مین اس کے انجام کی فکر کی تو اُسکے دل مین یہ خطرہ پیدا ہوا کہ اگر علی مارے گئے تو بنی ہاشم مجھکو قتل کر ڈالین گے جب ابو بکر تشہد سے فارغ ہوا تو سلام پھیرنے سے پہلے خالد

[۱] اصول کافی صفحہ ۱۷۳ [۲] کتاب الخرائج والجرائح مطبوعہ بمبئی صفحہ ۱۲۳

يتناوبني ان قتل علی فلما فرغ من
التشهد التفت الی خالد قبل ان
يسلم فقال لا تفعل ما امرتك به ثم
قال السلام عليكم فقال علی لخالد
اكنت تريد ان تفعل ذلك
قال نعم فمد يده الی عنقه وخنقه
باصبعيه حتی كادت عيناه
يسقطان من راسه وناشده
بالله ان يتركه وشفع اليه
الناس فخلاه ثم كان خالد بعد
ذلك يرصد الفرصة والفجاءة
ليقتل عليا فبعث بعد ذلك عسكر
مع خالد الی موضع فلما خرجوا من المدينة
وكان خالد مدججا وحوله شجعان قد
امروا ان يفعلوا كلما يامرهم خالد فرای عليا
يجيء من ضيعة منفردا بلا سلاح فلما
دنی منه وكان فی يد خالد عمود

کی طرف متوجہ ہوا اور کہا کہ مین نے تجھے جو حکم کیا تھا اوسپر عمل مت کیجیو اسکے بعد ابو بکر نے نماز کا سلام پھیرا۔ پھر علی نے خالد سے کہا کہ کیا تو ایسا کرنا چاہتا تھا تو خالد نے کہا کہ ہان۔ تو علی نے اوسکی گردن کی طرف ہاتھ بڑھایا اور دو انگلیون سے اسکا گلا اس زور سے گھونٹا کہ اسکے سر سے اسکی آنکھین نکلی پڑتی تھین اور اس نے اللہ کی قسمین دلانا شروع کین کہ مجھے چھوڑ دو اور لوگون نے علی سے اوسکی سفارش کی تب علی نے اسکو چھوڑا۔

خالد اسکے بعد موقع اور گھات کا منتظر تھا کہ علی کو دہوکے مین قتل کرے۔ تو اسکے بعد خالد کے ساتھ لشکر کسی جگہ کو بھیجا گیا جب شہر سے باہر نکلگئے اور خالد ہتھیار باندھے ہوئے تھا اور اسکے گرد بہادر لوگ تھے ان سب کو یہ حکم تھا کہ خالد جو حکم کرے اسی کی تعمیل کرین۔ تو خالد نے دیکھا کہ علی اپنے کھیت سے آتے ہین اکیلے نہتے اور خالد کے ہاتھ مین لوہے کا ایک عمود تھا اسے علی کے سر پر مارنے

من حدید فرفعه لیضرب به علی راس علی فانتزعه علی من یده وجعله فی عنقه وفتله کالقلادة فرجع خالد الی ابی بکر فاحتال القوم فی کسرہ فلم یتہیا لهم ذلك فلما علموا حاله قالوا علی هو الذی تخلصه من ذلك کما جعله فی جیدہ وقد کان الله له الحدید کما الانه لداؤد فتشفع ابوبکر الی علی فاخذ القلادہ وفکه بعضه من بعض باصبعه فبهتوا	کے ہوئے اوٹھا یا علی نے اُسکو خالد کے ہاتھ سے چھین لیا اور گلوبند کی طرح موڑ کر خالد کی گردن مین ڈالدیا تو خالد لوٹ کر ابو بکر کے پاس آیا سب لوگون نے اُسکے توڑنے کی تدبیر کی مگر وہ نہ ٹوٹ سکا جب اونھون نے اُسکا حال جان لیا تو یہ کہنے لگے کہ فقط علی وہ شخص ہو کہ اُسی طرح اُس کو نکالے گا جیسے خالد کی گردن مین ڈالاہی اللہ نے لوہا اُسکے ہاتھ مین ایسا نرم کر دیاہے جیسا داؤد کے ہاتھ مین نرم کر دیا تھا تو ابو بکر نے علی سے سفارش کی تب علی نے اُس گلوبند کو پکڑا اور ایک اُنگلی لگا کر جا بجا سے توڑ دیا تو سب حیران ہو گئے۔

ف بفرض محال اگر کوئی شخص جناب امیر کے قتل کا حکم دیتا (معاذ اللہ) تو عمدہ موقع اُسکا حالت نماز مین بلکہ عین سجدہ مین تھا اس روایت کے تصنیف کرنے والے نے سلام پھیرنے کے بعد قتل علی کی تجویز اس لئے تصنیف کی کہ قبل سلام ابو بکر کی باتمین کرنے کا جوڑ ملاوے۔

یہ قتل کا حکم اُس شخص کی نسبت تصنیف کیا گیا جو نماز مین جناب امیر کا امام تھا اور چونکہ جناب امیر ہرگز مجبور نہ تھے پوری قوت رکھتے تھے اس لئے یہ اقتدا

تقیہ پر محمول نہین ہو سکتا۔

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ ابو بکر اپنی خلافت کے زمانے مین بھی بنی ہاشم سے ڈرتے تھے اور یہ بھی جانتے تھے کہ بنی ہاشم علیؑ کے ساتھ ہین۔

جناب امیر کی وہ قوت تھی کہ دو انگلیون سے اُنھون نے خالد کا گلا گھونٹ لیا مسجد مین بہت سے لوگ موجود تھے خلیفہ بذات خود موجود تھا مگر سب ملکر اپنی قوت سے علیؑ کو دفع نہ کرسکے اور مجبور ہو کر علی کی خوشامد کرنا پڑی نہ اسکے بعد خلیفہ کسی طرح اسکا بدلہ علیؑ سے لے سکا۔

جناب امیر خالد پر اُسوقت بھی غالب آئے جب وہ ایک بھاری فوج کے ساتھ تھا اور وہ کل فوج خالد کی مطیع تھی ایسی حالت مین جناب امیر نے لوہے کے عمود کو موڑ کر طوق کی طرح خالد کے گلے مین ڈالدیا جو پھر کسی تدبیر سے نہ نکل سکا آخر مجبور ہوکر ابو بکر خلیفہ وقت نے جناب امیر کی خوشامد کی تب جناب امیر نے ایک انگلی کے اشارے سے اُسکو ٹکڑے ٹکڑے کردیا۔

اسکے بعد بھی خلیفہ وقت کو یہ جرات نہ ہوئی کہ اپنی خلافت کی قوت کو صرف کرکے اس حرکت کا جناب امیر سے بدلا لیتے۔

اگرچہ قتل کا حکم فسخ ہو چکا تھا مگر پھر بھی جناب امیر نے خالد کا گلا گھونٹ دیا اور حکم صبر کی مخالفت کی۔

کبھی کبھی جناب امیر نے خلفا کے مقابلے مین عصائے موسیٰ سے بھی کام لیا ہے

کتاب الخراج مین ہے۔[له]

عن سلمان الفارسی رضی اللہ عنہ قال ان علیا بلغہ عن عمر ذکر شیعتہ فاستقبلہ فی بساتین المدینۃ وفی ید علی قوس فقال یا عمر بلغنی عنک ذکرک شیعتی فقال اربع علی ظلعک فقال انک لہاھنا ثم رمی بالقوس علی الارض فاذا ھو ثعبان کالبعیر فاغر فاہ وقد اقبل نحو عمر لیبتلعہ فصاح عمر اللہ اللہ یا ابا الحسن لا عدت بعدھا فی شیٔ وجعل یتضرع الیہ فضرب بیدہ الی الثعبان فعادت القوس کما کانت	سلمان فارسی سے روایت ہی کہ علی کو یہ خبر پہونچی کہ عمر رض نے علی رض کے دوستون کا کچھ ذکر کیا پھر مدینہ کے باغون مین عمر رض سے سامنا ہوگیا اور علی ع کے ہاتھ مین تلوار تھی۔ تو علی نے کہا کہ اے عمر مجھے تیری یہ خبر ملی ہے کہ تونے میرے دوستون کا ذکر کیا تو عمر نے کہا کہ اپنے اوپر رحم کرو تو علی نے کہا کہ اسی جگہ ٹھہرے رہو پھر اپنی کمان زمین پر پھینکدی تو دفعتا وہ ایک اژدہا اونٹ کی برابر بن گئی پھر وہ اژدہا منہ پھیلاکر عمر کی طرف دوڑا کہ اُسکو نگل جاوے تو عمر نے چیخنا شروع کیا کہ خدا کے واسطے اے ابوالحسن بچاؤ اب مین کسی امر مین تمہاری مخالفت نکرونگا اور علی کے سامنے عاجزی شروع کی تب علی نے اُس اژدہے پر ہاتھ مارا تو وہ پھر کمان بنگئی جیسی پہلے تھی

پس جبکہ جناب امیر معجزات کی قوت سے بھی خلفا کے مقابلے مین کام لیتے تھے تو پھر ہرگز خلفا سے کمزور نہ تھے۔

تعجب یہ ہے کہ اکیلے عمر رض کے مقابلے مین ہاتھ پانوؤن کی قوت نے کام ندیا

[له] کتاب الخراج صفحہ ۲۰۔

اور اپنے آپ کو مغلوب سمجھ لیا تب مجبور ہو کر کمان کو اژدہا بنانا پڑا۔

اس سے بڑھ کر تعجب یہ ہے کہ غصب خلافت اور غصب ام کلثوم اور غصب فدک کے وقت اس کمان کو اژدہا کیوں نہ بنایا جب گردن میں رسّی باندھ کر کھینچی گئی اُسوقت بھی کچھ حس و حرکت نہ کی اور ہیبت کے مارے مُردہ بدست زندہ کی کیفیت ہوگئی۔ آخر جناب سیّدہ اپنے بچوں کو لیکر واویلا مچاتی ہوئیں مسجد میں تشریف لائیں اور جناب امیر کی جان بچا کر گھر میں لیگئیں۔ جب جناب سیدہ کے شکم پر دروازہ گرایا گیا جو باعثِ شہادت دو معصوم ہوا (معاذ اللہ منہا) اُس وقت بھی جناب امیر کمان کو اژدہا بنانے کا عمل بھول گئے۔ جس وقت مجبور ہوکر ابو بکرؓ کی بیعت کی اُس وقت بھی کمان کا اژدہا نہ بن سکا۔

ان سب قوتوں کے علاوہ جناب امیر کو ایک قوت یہ بھی حاصل تھی کہ جب چاہتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبر مبارک سے باہر بلا لیتے تھے اور جو چاہتے تھے کہلوا دیتے تھے۔ حیات القلوب[۱] میں لکھا ہے۔

"وایضًا بہ سند ہای بسیار از حضرت صادق روایت کردہ اند کہ چون ابوبکر از حضرت امیر المومنین غصب خلافت کرد حضرت باو گفت کہ آیا رسول خدا ترا امر نکرد کہ مرا اطاعت نکنی آن گفت نہ واگر مرا امر می کرد میکردم حضرت فرمود کہ اگر الحال پیغمبر را ببینی و ترا امر کند باطاعت من آیا خواہی کرد گفت آرے حضرت فرمود کہ با من بیا بہ سوے مسجد قبا چون بہ مسجد قبا

[۱] حیات القلوب جلد دوم صہ ۲۶۹ [۲] باع ملکرہا حیث لم یجل اعوانا یعنی علیؑ کو جب مددگار نہ ملے تو اونھوں نے عالت مجبوری میں بیعت کرلی۔ کتاب الروضہ صہ ۱۳۹

رسیدند ابوبکر دید کہ حضرت رسول خدا ایستادہ است و نماز میکند چون حضرت
از نماز فارغ شد حضرت امیر المومنین گفت یا رسول اللہ ابوبکر انکار میکند کہ
تو اورا امر باطاعتِ من کردہٗ حضرت رسول با بوبکر گفت کہ من مکرر ترا امر
کردہ ام باطاعتِ او برو او را اطاعت کن ؎

یہ روایت کتاب الخرائج والجرائح مین بھی متعدد سندون سے مروی ہے افسوس کہ
جناب امیر نے فقط ایک ابوبکر کے سامنے مسجد قبا مین یہ کرشمہ ظاہر کیا اگر مسجد نبوی
مین عام مجمع صحابہ کے سامنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حاضر کردیتے تو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے اس حکم کو سنکر اور اس معجزہ عجیب کو دیکھ کر تمام
صحابہ جناب امیر کے ساتھ ہو جاتے۔

شجاعت ذاتی اور معجزات کی جتنی قوتین تھین وہ جناب امیر کی طرح تمام ائمہ کو برابر
حاصل تھین۔ رفقا اور معاونین کی قوتین بھی باقی ائمہ کو کچھ کم نہ تھین اس لئے کہ بلدمالک
سادات خروج کرتے تھے اور ہمیشہ اونکے ساتھ ایک بھاری فوج ہوتی تھی پس
جناب امیر سے لیکر آخر وقت تک ائمہ کبھی مجبور نہین ہوئے۔ تعجب ہی کہ ان ائمہ نے
باوجود قوت کے خلافت کیون نہ طلب کی جسکی طلب اونپر واجب تھی۔ اور جھوٹے
مسئلے بیان کرکے لوگون کو کیون غلطی مین ڈالا۔ جناب امیر نے ایسی ناگوار باتین
کیون گوارا کین۔

حضرت سلمان کی یہی حالت ملاحظہ فرمائے کہ انھون نے کیسی سختیان جھیلین مگر

تقیہ نکیا۔ حیات القلوب[1] مین تفسیر امام حسن عسکری سے نقل کیا ہی کہ ایک مرتبہ حضرت سلمان یہودیون مین پہنچ گئے تھے اُن مین کچھ وعظ و تلقین کی۔ یہودیون نے کہا کہ ہم تمکو مارتے ہین تم اپنے رب سے دعا مانگو کہ وہ ہمکو نہ مارنے دے سلمان نے یہ دعا نہ مانگی بلکہ توفیق صبر کی دعا مانگی یہودیون نے اتنے کوڑے مارے کہ مارتے مارتے تھک گئے آخر تھک کر اُنھون نے چھوڑا اور وہ تعجب کرتے تھے کہ اتنی مار پر سلمان زندہ کیسے رہے تھوڑی دیر کے بعد یہودیون نے کہا کہ یا تو محمد کا انکار کرو ورنہ ہم پھر مارتے ہین سلمان نے کہا کہ مین ہرگز محمد کا انکار نکرونگا پھر یہودیون نے کوڑے مارنے شروع کئے یہانتک کہ مارتے مارتے تھک گئے مگر سلمان نے اب بھی محمد سے انکار نکیا۔ تھوڑی دیر ٹھہر کر یہودیون نے تیسری بار پھر کوڑے مارنے شروع اور اس حالت مین بھی سلمان صبر کی دعا مانگتے رہے۔ آخر یہودیون نے سلمان سے کہا کہ تم کو محمد نے تقیہ کی اجازت دی ہے تم تقیہ کرکے محمد کا انکار کیون نہین کردیتے اور کوڑونکی ضرب کیون جھیلتے ہو تو سلمان نے جواب دیا کہ تقیہ اگرچہ اللہ نے جائز کیا ہے مگر واجب نہین کیا اور اولی یہی ہے کہ تقیہ نہ کرے صبر کرے اس لئے مین تقیہ نکرونگا۔ چنانچہ اصل عبارت حیات القلوب کی یہ ہے۔

"پس آن کافران گفتند اے سلمان وائے بر تو آیا محمد ترا رخصت نداده است
که از برائے تقیه از دشمنان خود بگوئی کفرے را که خلاف آن چیزیست

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۲۔

کہ در خاطر تست و اعتقاد بآن داری بس چرا می گوئی انچہ را جبر می کنیم ترا بآن از برائے تقیہ۔ سلمان گفت کہ خدا مرا رخصت دادہ است کہ در بنیا امر تقیہ کنم و بر من واجب نگردانیدہ است۔ بلکہ جائز ساختہ است از برائے من کہ بگویم انچہ شما مرا بآن جبر مے نمائید و صبر کنم بر آزارہا و مکروہات شما و این را بہتر گردانیدہ از آنکہ از روی تقیہ انچہ گوئید بگویم و من غیر از این اختیار نہ خواہم کرد۔"

اسکے بعد پھر یہودیوں نے اتنے کوڑے مارے کہ سلمان کے بدن سے خون جاری ہوگیا پھر وہ ظالم بطور تمسخر کے سلمان سے کہنے لگے کہ نہ تم اللہ سے یہ دعا کرتے ہو کہ ہمارے ضرر سے تمھیں بچادے نہ بطور تقیہ پیغمبر کے منکر ہوتے ہو کہ ہم تم کو چھوڑ دیں اب تم یہ دعا مانگو کہ ہم ہلاک ہو جاویں اس دعا سے بھی سلمان نے انکار کیا اور کہا کہ شاید تم میں کوئی ایسا ہو جو اسکے بعد ایمان لاوے تب یہودیوں نے کہا کہ تم یوں دعا مانگو کہ اے اللہ جسکو تو یہ جانتا ہو کہ کفر پر مرے گا اُس کو ہلاک کردے اُسوقت اُس مکان کی ایک دیوار پھٹ گئی اور سلمان نے دیکھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سامنے موجود ہیں اور سلمان سے کہتے ہیں کہ انکے ہلاک ہونے کی دعا مانگ آخر سلمان نے پیغمبر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بعد اُن کافروں کی خواہش کے بموجب ایسی دعا مانگی کہ ہر ایک شخص کے ہاتھ میں جو کوڑا تھا وہ دو مونھ کا سانپ بنگیا ایک منھ سے اُس کافر کا سر اور دوسرے مُنھ سے اُسکا دست راست پکڑ کر

اوسکی ہڈیان توڑ کر اُس کو نگل گیا۔ اسیطرح وہ سب کا فران سانپونکے پیٹ مین پہنچ گئے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسی وقت اس قصہ کی صحابہ کو خبر دی۔ وہ سانپ وہان سے نکلکر مدینہ کی گلی کوچون مین پھرتے تھے آخر رسول کی دعا سے دوزخ کے سانپون مین شامل ہو گئے۔

افسوس کہ ائمہ کو وہ صبر و استقلال بھی نصیب نہ ہوا جو حضرت سلمان کو حاصل تھا۔ سلمان نے کیسی ایذا اوٹھائی مگر تقیہ گوارا نہ کیا اور کلمہ ناحق زبان سے نہ نکالا۔ ائمہ کو نہ کوئی ایذا دیتا تھا نہ چھری گردن پر رکھتا تھا صرف خیالات اور توہمات کی بنیاد پر انھون نے جھوٹے مسائل بیان کرنے شروع کر دئے بلکہ ایسی ہیبت چھائی ہوئی تھی کہ اپنے مخلصین شیعہ سے بھی تقیہ کرتے تھے۔ امام جعفر صادق ؑ نے سلمہ بن محرز کو بیٹی کی میراث کا مسئلہ غلط بتا دیا حالانکہ سلمہ مخلص شیعہ تھا اسوقت کس نے امام پر جبر کیا تھا۔ شکار باز و شاہین کی حرمت مین کوسی وجہ خوف کی نہ تھی جسکو امام باقر علیہ السلام نے حلال کہدیا۔ کیا ہر وقت کوئی جلاد شخص چھری لئے ہوئے اونکے ساتھ رہتا تھا کہ جب شکار باز کو حرام کہین اُسی وقت اونکو ذبح کر دیا جائے۔ امام جعفر ؑ نے اپنی امامت سے انکار کر دیا۔ کیا اُن دونون سائلون نے امام پر جبر کیا تھا۔ سلمان پر کوڑے پڑ رہے تھے مگر وہ مستقل تھے ائمہ پر کوئی جبر نہ تھا مگر ڈر کے مارے جھوٹے مسئلے ہر وقت زبان پر جاری تھے حالانکہ ہر ایک قسم کی قوت اونکو حاصل تھی تقیہ اونکو جایز بھی نہ تھا۔

سلمان رضی اللہ عنہ نے تقیہ کے مسئلے کی خوب تشریح کردی کہ حالت اکراہ مین بھی تقیہ واجب نہین بلکہ جائز خلاف اولے ہی۔ سلمان کا یہ قول مع تمام قصہ کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پیش ہوا اور آپ نے سلمان کے اس قول مین کوئی غلطی نہ بتائی پس بہ تقریر رسول حکم مسئلہ تقیہ کا ثابت ہوگیا اور جناب سیدہ اور سلمان اور امام حسین علیہ السلام کا فعل بھی اسی کے مطابق تھا اس لیے کہ سلمان اور امام حسین علیہ السلام نے حالت اکراہ مین تقیہ نہین کیا اور جب ایسا نازک وقت تھا جبکہ جناب امیر ڈر کے مارے گھر مین چھپ کر بیٹھے تھے اُسوقت جناب سیدہ نے عمرؓ سے ہاتھا پائی کی اور ہرگز تقیہ نکیا چنانچہ اصول[۵] کافی مین امام باقر اور امام جعفر علیہما السلام دونون سے روایت ہی کہ۔

اخذت بتلابیت عمر ثم جذبتہ الیھا۔	فاطمہ علیہا السلام نے عمر کا گریبان پکڑ لیا پھر عمر کو اپنی طرف کھینچ لیا۔

اس تحقیق کے بعد ظاہر ہوگیا کہ وجوب یا اولویت تقیہ کا قول صحیح نہین اور حالت اکراہ مین تقیہ جائز ہی مگر افضل یہ ہے کہ تقیہ نکرے اور روایات وجوب تقیہ اور فضائل تقیہ باطل اور موضوع ہین۔

جناب امیر کا ایک اور قسم کا تقیہ ہی جو سب سے زیادہ عجیب ہی اور وہ یہ ہے کہ جناب امیر نے اپنے خلافت کے زمانہ مین بھی تقیہ کیا حالانکہ تمام عرب مین اونکی حکومت تھی اور ہزارہا آدمی اون پر جان نثاری کے لیۓ موجود تھے اور اونکی طرف سے

---

[۵] اصول کافی صفحہ ۲۶۱۔

سے لڑکر اونکے دشمنون کو قتل کرتے تھے اور خود بھی قتل ہوتے تھے وہ تقیہ یہ تھا کہ احکام ظلم و جور اور امور منہیہ جو بزعم شیعہ سابق سے جاری تھے اسی طرح جاری رکھے حالانکہ بادشاہ جو عمداً ظلم روا رکھے وہ اسکے نامۂ اعمال مین لکھا جاتا ہی۔ کافی کی کتاب[1] الروضہ مین ایک طویل خطبہ جناب امیر علیہ السلام کا منقول ہی جسمین بعد حمد و صلوٰۃ اور بہت سی تمہید اور ذکر فتن اسکے یہ مذکور ہی۔

ثم اقبل بوجہہ وحولہ ناس من اھل بیتہ وخاصتہ وشیعتہ	پھر سامنے کیا اپنا رخ اور اونکے گرد آدمی تھے اونکے اہل بیت مین سے اور خاصون مین سے اور شیعون مین سے۔

ف۔ اس سے ظاہر ہی کہ اصل خطاب جناب امیر کا اپنے اہل بیت اور شیعون اور خاص لوگون سے تھا اور ضمین کی جناب امیر کو یہ شکایت تھی کہ اگر مین احکام جور کو مٹادونگا تو تم میرا ساتھ چھوڑ کر بھاگ جاؤگے۔

فقال قد عملت الولاۃ قبلی اعمالا خالفوا فیھا رسول اللہ متعمدین لخلافہ ناقضین لعھدہ مغیرین لسنتہ ولو حملت الناس علی ترکھا وحولتھا الی مواضعھا والی ما کانت فی عھد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لتفرق عنی جندی	تو فرمایا کہ جو حکام مجھسے پہلے تھے اونھون نے ایسے کام کئے ہین جن مین جان بوجھکر رسول کی مخالفت کی اور عہد رسول کو توڑا اور سنت رسول کو بدل دیا اور اگر برانگیختہ کرون مین لوگون کو ان اعمال کے چھوڑنے پر اور بدل دون ان اعمال کو اونکے مواقع کی طرف اور اسطرف جیسی کہ عہد رسول مین تھے تو البتہ میرا لشکر مجھسے متفرق ہوجائے گا۔

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۲۶۔

ف اس قول سے ظاہر ہی کہ جناب امیر نے امر معروف اور نہی منکر کا فرض اپنی خلافت کے زمانہ مین چھوڑ دیا تھا اور جو امور مخالف سنت تھے اونکے ترک کی ترغیب اسوجہ سے نہین دیتے تھے کہ اونکے لشکر کے لوگ ان سے جدا ہو جاینگے تو خلافت چھن جائیگی پس سلطنت کی اونکو طمع ایسی تھی جسکی وجہ سے حکم حق کو اونھون نے زبان بند کرلی تھی اور مخالفت رسول اور تغیر سنت کو گوارا کیا تھا (معاذ اللہ) اسکے بعد جناب امیر نے بہت سے امور کی تفصیل بیان کی ہی کہ اگر مین ان امور کو بدل دون تو تم مجھسے جدا ہو جاوگے ہم اُن مین سے بنظر اختصار بعض احکام کو ذکر کرتے ہین۔

لو رددت فدک الی ورثۃ فاطمۃ علیہا السلام وامضیت قطائع اقطعہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ لاقوام لم تمض لہم ولم تنفذ	اگر مین واپس کردون فدک کو فاطمہ علیہا السلام کے وارثون پر اور جاری کردون مین جاگیرین جنکو مقرر کردیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قومون کے لئے نہین جاری ہوئین اونکے لئے اور نہ نافذ ہوئین۔
ورددت قضایا من الجور قضی بہا ونزعت نساء تحت رجال بغیر حق فرددتہن الی ازواجہن	اور رد کردون مین ظلم کے احکام کو جنکا حکم دیا گیا ہی اور نکالون مین عورتون کو جو بطور ناحق کے مردون کے تحت مین ہین اور رد کردون مین اونکو اونکے شوہرون کی طرف۔

وحملت الناس علی حکم القرآن	اور ترغیب دُون مین آدمیون کو حکم قرآن پر۔
ومحوت دواوین العطایا فأعطیت	اور محو کردون مین دفتر عطایا کا اور دُون مین جسطرح
کما کان رسول اللہ یعطی بالسویۃ	رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دیتے تھے برابری کے
وحرمت المسح علی الخفین۔	ساتھ اور حرام کردون مین موزون کے مسح کو۔
اذا لتفرقوا عنی واللہ لقد	اسوقت البتہ تم جدا ہو جاؤ گے مجھسے۔ واللہ بیشک
امرت الناس ان لا یجتمعوا فی	حکم کیا مین نے آدمیونکو کہ نہ جمع ہوین رمضان کے
شہر رمضان الا فی فریضۃ و	مہینے مین مگر فرض نماز کے لیے اور مین نے اُنکو بتادیا
اعلمتہم ان اجتماعہم فی النوافل بدعۃ	کہ نوافل کے لیئے اُنکا جمع ہونا بدعت ہے۔
فتنادے بعض اہل عسکری	تو ندا کی میرے لشکر سے بعض شخصون نے وہ ایسے
ممن یقاتل معی یا اہل الاسلام	سے ہین جو میرے ساتھ ہوکر لڑتے ہین اے مسلمانو عمرؓ
غیرت سنۃ عمر ینہانا عن الصلوٰۃ	کی سُنّت بدل دی گئی رمضان کی نماز نفل سے علیؑ
فی شہر رمضان تطوعا	ہمکو منع کرتے ہین۔

مجالس المومنین[1] مین لکھا ہے کہ اُس زمانہ کے قاضیون نے جناب امیرؑ سے یہ پُوچھا کہ اب ہم احکام قضا کس طرح جاری کرین تو جناب امیر نے فرمایا۔

اقضوا بما تقضون حتی تکون	تم جیسے پہلے حکم دیا کرتے تھے اوسی طرح حکم دیتے
الناس جماعۃ او اموت کما	رہو اوسوقت تک کہ سب آدمی اتفاق کرلین یا مین
مات اصحابی	بھی مر جاؤن جیسے میرے اصحاب مر گئے۔

[1] مجالس المومنین ص ۴۲

ان روایتون سے دو فائدے حاصل ہوتے۔

ایک یہ کہ جو احکام ظلم کے پہلے سے جاری تھے وہی جناب امیر نے جاری رکھے فدک کو بھی واپس نکیا مسلمانونکی بیبیان جو ظالمون نے زبردستی چھین کر اپنے قبضہ مین کر لین تھین اُنکو بھی جناب امیر نے واپس نکرایا یہانتک کہ لوگون کو قرآن کے بموجب عمل کرنے کا حکم بھی جاری نہ کیا موزون پر مسح کرنے کو بھی حرام نہ کیا۔ قاضیون کو حکم دیدیا کہ ظلم کے احکام جیسے پہلے جاری کرتے تھے اوسی طرح اب بھی جاری کرو۔ بیت المال کا روپیہ جسطرح ناجائز طور پر خرچ ہوتا تھا اوسی طرح جاری رکھا۔ یہ تمام امور جناب امیر نے اس لئے اختیار کئے کہ کہین بادشاہت نہ چھن جائے۔ ایسی حکومت پر خاک کیون نہ ڈالدی جس مین ظلم کے احکام جاری کرنا پڑتے تھے۔

کیا یہی امام مفترض الطاعت تھے جنھون نے دنیا کی حکومت کو دین پر ترجیح دی جو بادشاہ اپنے قاضیون کو احکامِ جور جاری کرنے کا حکم دے وہ خود ظالم ہے (معاذاللہ منہا) جناب امیر کو حکومت کا ایسا کیا مزا تھا جسکے لئے اجرائے احکام ظلم مین مبتلا ہوئے۔ حالانکہ بعلم امامت یہ بھی معلوم تھا کہ اسی حالت مین خاتمہ ہونے والا ہے اور باسباب ظاہر بھی اس تقیہ سے باہر نکلنے کی امید نہ تھی اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مددگار تھے اور جنکی قوت سے وہ لڑتے تھے وہی ایسے تھے جنکی تالیف کے لئے جناب امیر ظلم کو باقی رکھنے اور ظلم کے احکام جاری کرنے پر

مجبور رہوتے ۔

"یہ تقیہ جناب امیر کا جان کے خوف ہی نہ تھا بلکہ حکومت کے لالچ مین تھا (معاذ اللہ منہا)

دوسرا فائدہ اس روایت سے یہ حاصل ہوا کہ جناب امیر علیہ السلام کے ساتھی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے اور چونکہ ان مین بہت سے صحابی تھے جنھون نے بلاواسطہ رسول سے اسی طرح دین حاصل کیا تھا جیسے جناب امیر نے حاصل کیا تھا پس خلفائے ثلثہ کی وفات کے بعد جو وہ صحابی سنت خلفا کو پسند کرتے تھے یہ دلیل اس امر کی ہی کہ سنت خلفا کو وہ سنت رسول کے مطابق جانتے تھے اور بعض ظلمون کا ان مین شامل کرنا شیعہ راویون کا افترا ہی اس لئے کہ جو لوگ جناب امیر کے مناقب اور فضائل کے معتقد ہین وہ ہرگز اس امر کو قبول نکرین گے کہ جناب امیر معاذ اللہ ظلم کو باقی رکھین ۔ یا قاضیون کو اجرائے احکام ظلم کا حکم دین بالفرض اگر جناب امیر مجبور رہوتے تو خلافت سے دست بردار ہوکر اس قوم سے جدا ہو جاتے جیسے امام حسن علیہ السلام جدا ہو گئے تھے ۔

درحقیقت ممبران کمیٹی سبائیہ بانیان مذہب شیعہ پر جب مسلمانون نے یہ اعتراض کیا کہ فدک کو اگر خلفا نے (معاذ اللہ منہا) غصب کیا تو جناب امیر نے جناب سیدہ علیہا السلام کے وارثون کو واپس کیون نہ کیا اسیطرح اگر موزون پر مسح کرنے کو اور نماز تراویح کو جناب امیر جائز نہین سمجھتے تھے تو اپنی خلافت کے زمانہ مین ان چیزون سے منع کیون نکیا اور سیرت خلفائے ثلثہ کو اگر جناب امیر پسند نہین

کرتے تھے تو اُس کو باقی کیون رکھا۔ اس سخت مواخذہ کے جواب مین ان سحر کارون نے یہ جادو کا فقرہ تصنیف کرلیا کہ فدک اور نماز تراویح اور مسح خفین وغیرہ کا معاملہ تو بڑا سہل تھا۔ جناب امیر نے تو اپنے ساتھیون کی تالیف کے لئے بڑے بڑے ظلم باقی رکھے اور قاضیون کو احکام ظلم کے جاری کرنے کا حکم کیا اگر جناب امیر ایسا نکرتے تو اونکی فوج اونسے جدا ہو جاتی اسلئے کہ اُنکے جتنے ساتھی تھے سب سیرت شیخین کے معتقد تھے۔

بھلا حضرات شیعہ کے سوا اور کون اس روایت کو قبول کرے گا کہ جو لوگ جناب امیر کے ساتھ ہوکر اونکے دشمنون کو قتل کرین اور خود بھی قتل ہون اور اپنی جانین جناب امیر پر نثار کرین وہ جناب امیر کا حکم نہ مانتے ہون اگر وہ جناب امیر کے سچے طرفدار نہ ہوتے تو اونکی طرف کیون آتے امیر شام کی طرف جاتے۔

حضرات شیعہ کو جس قسم کی روایتون کی ضرورت ہوتی ہے اوسی قسم کی روایتین تصنیف کرلیتے ہین یہان جناب امیر کے ساتھیون کو نافرمان بنادیا اور جب شیعون کی کثرت ظاہر کرنی منظور ہوئی تو اونھین نافرمانون کو مخلصین شیعہ بنادیا۔ دروغ گو را حافظہ نباشد کا حساب ہے۔ مجالس[1] المومنین مین مذکور ہے۔

"آنجماعت کہ با حضرت امیر در قتال ناکثین[2] و قاسطین و مارقین طریق موافقت پیمودہ اند از دل و جان شیعہ با اخلاص او بودہ اند۔"

---

[1] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۱۰۴۔ [2] ناکثین کے معنی عہدشکن اور اس سے مراد اہل جمل ہین۔ قاسطین بمعنی ظالمین اور اُس سے مراد اہل شام ہین۔ مارقین بمعنی خارجین اُس سے مراد خوارج ہین۔

۲۲ **سب سے** زیادہ عجیب بات روایات شیعہ سے یہ ثابت ہوتی ہے کہ صحابۂ رسول مین سے پانچ چار شخص جو شیعون کے نزدیک مقبول اور صاحب مناقب کثیر ہین جیسے سلمان اور ابوذر اور مقداد رضی اللہ عنہم انکے عقائد باہم مختلف تھے مگر ایک دوسرے سے تقیہ کرتے تھے اور اپنا عقیدہ ایک دوسرے سے چھپاتے تھے۔ ظاہر مین ایک تھے مگر دونون مین اختلاف تھا۔ ابوذر اگر سلمان کے دل کا حال معلوم کر لیتے تو سلمان کو قتل کردیتے چنانچہ اصول[۵] کافی مین مصعدہ سے روایت ہے۔

عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال ذکرت التقیۃ یوما عند علی بن الحسین علیہما السلام فقال واللہ لو علم ابوذر ما فی قلب سلمان لقتلہ ولقد آخا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ بینہما فما ظنک بسائر الخلق ان علم العلماء صعب مستصعب لا یحتملہ الا نبی مرسل او ملک مقرب او عبد مومن امتحن اللہ قلبہ للایمان	امام جعفر صادق علیہ السلام فرماتے تھے کہ ایک مرتبہ امام زین العابدین علیہ السلام کے سامنے تقیہ کا ذکر ہوا تو اُنھون نے فرمایا کہ واللہ اگر ابوذر کو معلوم ہوجاتا کہ سلمان کے دل مین کیا ہی تو سلمان کو قتل کر ڈالتا اور البتہ دونون کو بھائی بنا دیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے پھر کیا گمان ہے تیرا تمام مخلوق مین بیشک علما کا علم مشکل اور سخت ہے نہین اُٹھا سکتا اُسکو مگر نبی مرسل یا فرشتہ مقرب یا بندۂ مومن جسکے دل کا اللہ نے ایمان کیلئے امتحان کرلیا ہو۔

[۵] اصول کافی صفحہ ۲۵۴۔

فقال وانما صار سلمان من العلماء لانہ امرءٌ منا اھل البیت فلذلک نسبتہ الی العلماء۔	پھر فرمایا کہ بیشک ہوگیا سلمان عالمون سے اس لئے کہ وہ ایک شخص ہم اہل بیت مین سے ہوا اسی لئے مین نے اسکو علما کی طرف منسوب کیا۔

اس روایت سے صاف معلوم ہوگیا کہ سلمان کے اعتقادات باطنی ایسے تھے کہ اگر ابو ذر کو اونکی خبر ہوجاتی تو ابو ذر سلمان کو قتل کرڈالتے۔ حال آنکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ نے دونون کو بھائی بنادیا تھا پس باوجود اخوت کے اونکے عقائد دلی مین ایسا اختلاف تھا جیسا کہ کفر و اسلام مین ہوتا ہے۔

جب ابو ذر کی یہ حالت تھی تو آجکل کے علماء اور مجتہدین اگر سلمان کی باطنی حالت پر مطلع ہوجاوین تو ضرور اونکو مرتد اور لائق قتل سمجھین۔ (معاذ اللہ منہما)

یہ بھی ظاہر ہوگیا کہ کاملین بحسب تفاوت مراتب باہم ایک دوسرے سے تقیہ کرتے ہین اگر ایسا نہ کرین تو ایک دوسرے کو قتل کرڈالے۔ اس قاعدہ کے بموجب رسول بھی جناب امیر سے ضرور تقیہ کرتے ہونگے اور اگر خدانخواستہ جناب امیر کو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کے اسرار باطنی پر خبر ہوجاتی تو شاید وہی حالت ہوتی جو ابو ذر کی حالت سلمان کے ساتھ ہوتی۔

ہر امام بھی اپنے جانشین امام سے ضرور تقیہ کرتا ہوگا ورنہ ہلاکت کا خوف تھا۔ اور جبکہ رسول سے لیکر امام یازدہم تک ایک دوسرے سے تقیہ کرتے رہے اور ہر امام اپنے اصحاب سے تقیہ کرتا رہا تو ایسی حالت مین مذہب حق کہ ثابت

ہونے کی کیا صورت ہے۔

اس حدیث کا ترجمہ خلیل قزوینی نے صافی شرح کافی مین یون کیا ہی۔

"اگر مید انست ابوذر آنچہ را کہ دردل سلمان بود ہر آئینہ بکشتن میداد سلمان را بوسیلہ فاش کردن سر او ازکم حوصلگی۔"

ابوذر رضی اللہ عنہ کیسے جلیل القدر صحابی ہین مگر علماء شیعہ کی دلیری دیکھئے کہ اونکو بھی کم حوصلہ بتا دیا (معاذ اللہ منہا)

خلیل قزوینی بیچارہ کیا کرے خود امام زین العابدین علیہ السلام نے اس حدیث مین ابوذر کی پوری توہین کردی اور اونکی کم علمی اور کم فہمی کی طرف اشارہ کردیا حالانکہ امام زین العابدین علیہ السلام کو تو رسول صلی اللہ علیہ وآلہ کی زیارت بھی نصیب نہین ہوئی اور ابوذر رضی اللہ عنہ نے تو بہت بڑا حصہ اپنی عمر کا رسول ؐ کی خدمت مین صرف کیا ہی۔

قزوینی نے جو تاویل اس حدیث کی کی ہی وہ حد سے زیادہ عجیب ہی اور وہ یہ ہے کہ خلیفہ ثانی نے سلمان کو مداین کا عامل مقرر کرکے بھیجا تھا اور خلیفہ ثانی کو اس امر پر بڑا فخر تھا کہ سلمان ہماری طرف سے عامل ہی اسی وجہ سے وہان کے خراج کا روپیہ بھی سلمان سے طلب نہین کرتے تھے مگر سلمان جناب امیر سے سازش رکھتے تھے اور مداین کے خراج کا روپیہ جناب امیر کے پاس بھیج دیتے تھے۔ ابوذر کو یہ راز معلوم نہ تھا اگر ابوذر کو معلوم ہوتا تو اپنی کم حوصلگی کی وجہ سے

خلیفہ ثانی کو خبر کر دیتے اور اس صورت مین خلیفہ ثانی سلمان کو قتل کر دیتے پس ابو ذر اس راز کے فاش کرنے مین گویا سلمان کے قاتل ہو جاتے۔

اہل انصاف ملاحظہ فرماتین کہ اس جھوٹی کہانی کو اس حدیث سے کیا مناسبت ہے شاید قزوینی حدیث کا مطلب ہی نہین سمجھے قطع نظر اسکے یہ لازم آیا کہ ابوذر اگر سلمان کے اس راز پر خبر پا لیتے تو اونکو ہرگز ضبط نہ ہوتا اپنی کم حوصلگی اور کم ظرفی کی وجہ سے فوراً عمرؓ سے چغلی کھا دیتے۔ غور فرمائے کہ کیسی بری خصلت ابو ذرؓ کی طرف منسوب کی۔ (معاذ اللہ منہا)

اگر جناب امیر کو ایسے مال مغصوبہ کا لینا پسند ہوتا تو سلمان کیطرح اپنی اور اپنی اولاد کے لئے بھی اسی قسم کے منصب حاصل کرکے تمام مال غصب کر سکتے تھے۔

قزوینی کو یہ بھی خبر نہین کہ سلمان کے قلب کی حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ کے زمانے سے تھی اور وہ جھوٹی کہانی جو اُس نے نقل کی خلیفہ ثانی کے عہد کی ہے اور جسطرح سلمان کی دلی حالت پر واقف ہونے سے ابوذر قاتل سلمان بن جاتے اسی طرح اگر مقدادؓ سلمان کے بھید پر واقف ہو جاتے تو مقدادؓ کافر ہو جاتے معاذ اللہ چنانچہ حیات القلوب[1] مین لکھا ہے۔

"(شیخ کشی) بسند معتبر از حضرت صادق روایت کردہ است کہ حضرت رسول فرمود کہ اے سلمان اگر علم ترا عرض کنند بر مقداد ہر آئینہ کافر خواہد شد"

اب حضرات شیعہ اس معمہ کو حل کرین کہ جب یہ معلوم ہو گیا کہ سلمان کے دل کی حالت

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳ باب شصت و کیم مناقب مقداد ۱۲

معلوم کرنے سے مقداد کافر ہو جاتے (معاذ اللہ منہا) پس اگر رسول اللہ کے دل کی حالت جناب امیر معلوم کر لیتے تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر جناب امیر کے دل کی حالت حسنین یا سلمان وغیرہ معلوم کر لیتے تو کیا بنجاتے اور اگر حسنین کے دل کی حالت باقی ائمہ کو معلوم ہو جاتی تو وہ کیا ہو جاتے اور اگر ائمہ کے دل کی حالت تمام متقدمین ومتاخرین شیعہ خصوصاً اس زمانہ کے شیعون کو معلوم ہو جائے تو وہ کیا ہو جائین

جنکی ظاہر کی تجلی سے مسلمان ہوئے
اونکے باطن کی خبر پائین تو کافر ہو جائین

اب ہم روایات شیعہ سے اس امر کے قرائن اور آثار ڈھونڈتے ہین جس سے یہ پتا چلے کہ سلمان کے دل مین وہ کیا ارتداد تھا جسپر ابوذر اطلاع پاتے تو سلمان کو قتل کر ڈالتے اگرچہ مخلصین جناب امیر مین سلمان کا مرتبہ سب مین عالی سمجھا جاتا ہے مگر بہت سے قرائن ایسے ہین کہ یہ سب باتین ظاہری تھین اور باطن سلمان کا خلفا کی طرف تھا کسی قدر تغیر حالت سلمان کا تو شیعے علانیہ تسلیم کرتے ہین۔ کلینی[1] نے حدیث خطبۃ الطالوتیہ مین روایت کی ہے کہ جناب امیر نے جب اپنی بیعت کرنے والون کو یہ حکم دیا کہ صبح کو سر منڈا کر احجار زیت پر آوین تو فقط ابوذر اور مقداد اور عمار آئے سلمان ان مین سب سے پیچھے آئے اسی سے ظاہر ہوگیا کہ دل مین وہ جوش نہ تھا کہ اس کام مین سبقت کرتے۔ اور حیات القلوب[2] مین ہے۔

"شیخ کشی بسند معتبر روایت کردہ است کہ ہیچ یک از صحابہ نبود کہ بعد از حضرت رسول حرکتی

[1] کتاب الروضہ صفحہ ۱۶ [2] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۲۳

نکند مگر مقداد بن اسود۔"

اس روایت سے بھی معلوم ہوگیا کہ سلمان اُن لوگون مین تھے جنکو لغزش ہوئی تھی۔

عجیب بات یہ ہے کہ سلمان کے دل مین یہ لاحل شبہ پیدا ہوگیا تھا کہ جناب امیر اسم اعظم پڑھکے منافقین کو ہلاک کیون نہین کردیتے چنانچہ حیات القلوب[1] مین ہے۔

"(کشی) بسند حسن از حضرت امام باقر روایت کردہ است کہ صحابہ بعد از حضرت رسول مرتد شدند (معاذ اللہ منہا) مگر سہ نفر سلمان و ابوذر و مقداد راوی گفت عمار چہ شد حضرت فرمود کہ اندک میلے کرد و برودی برگشت پس فرمود کہ اگر کسے را خواہی کہ ہیچ شک نکرد و شبہ او را عارض نہ شد او مقداد ست اما سلمان در دل او عارض شد کہ نزد امیر المومنین اسم اعظم الہی ست اگر تکلم نماید بآن ہر آئینہ زمین آن منافقان را فرو می برد پس چرا چنین مظلوم در دست ایشان ماندہ است چون در خاطرش گذشت گریبانش را گرفتند و رسنے در گلویش کردند و پیچیدند تا آنکہ گندہ در حلقش بہم رسید پس حضرت امیر المومنین براو گزشت و باو گفت کہ ای ابو عبد اللہ این گندہ گلوے تو از ان چیز یست کہ در خاطر تو خطور کرد بیعت کن با ابو بکر پس سلمان بیعت کرد۔"

سلمان رضہ جناب امیر مین کثرت مزاح اور خوش طبعی کا عیب لگاتے تھے بلکہ اُنھون نے جناب امیر کے منھ پر صاف کہدیا تھا کہ اسی عیب کی وجہ سے تم خلافت مین سب سے

[1] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۴۳۔

پیچھے ہو گئے چنانچہ خواجہ نصیر الدین طوسی نے اخلاق ناصری مین لکھا ہے۔

"وامیر المومنین علی رضی اللہ عنہ مزاح[1] بودے تا بحدے کہ مردمان او را بدان عیب کردند وگفتند لولا دعابۃ فیہ وسلمان فارسی رضی اللہ عنہ او را گفت در مزاحے کہ با و کرد ہذا[2] اٰخرک الی الرابعۃ۔"

سلمان رضی کو جناب امیر سے مذہبی مخالفت بھی قدیمی تھی چنانچہ مسئلہ تقیہ مین جناب امیر وجوب کے قائل تھے اور سلمان تقیہ کو خلاف اولیٰ سمجھتے تھے۔ سلمان رضی حدیث پر عمل کرنے والون کو ملامت کرتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مقولہ حسبنا کتاب اللہ سے موافق تھے چنانچہ حیات القلوب[3] مین کشی کی سند معتبر سے بحوالہ امام باقر علیہ السلام یہ نقل کیا ہے۔

"سلمان ہر دم گفت کہ گریختید از قرآن بسوے حدیث زیرا کہ قرآن را کتاب رفیعے یافتند دراںجا شمارا حساب می نماید بر نقیر وقطمیر وفتیل یعنی بر امر خوردی در ریزہ و بر قدر دانہ خردے پس تنگی کرد بر شما احکام قرآن پس گریختید بسوی احادیثے کہ کار را بر شما کشادہ و آسان کردہ است۔"

سلمان رضی کو خلیفہ اول کے ساتھ خلوص اور عقیدت قدیمی حاصل تھی اور جسوقت سلمان مسلمان ہوئے تھے تو بہت سے مناقب اور فضائل خلیفہ اول کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے بیان کئے تھے اور یہ کہا تھا کہ ابوبکر مسلمان ہو گئے تو تمام اہل عرب مسلمان ہو جائین گے چنانچہ مجالس[4] المومنین مین لکھا ہے۔

---

[1] کاش ان مین مزاح کی عادت نہ ہوتی ۱۲ [2] اسی نے پہونچا دیا تم کو چوتھے نمبر پر ۱۲ [3] حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۶۱۰۔ [4] مجالس المومنین مطبوعہ طہران صفحہ ۸۹ مجلس سوم ذکر سلمان۔

سید المتألهین حیدر بن علی الآملی در کتاب کشکول آورده که بروایت
مشایخ حدیث از عبد الله بن عفیف از پدر او مرویست که سلمان پیش از
ظهور حضرت پیغمبر بمکه آمده بود و دین حق را جستجوی نمود چون حضرت
رسالت مبعوث شد بخدمت آنحضرت آمده بشرف اسلام فائز گردید چون آنحضرت
کفایت سلمان را در علم و عمل و رای دید با او مشورت نمود که ابتدای
دعوت بکدام یک از اهل مکه نماید و غرض آنحضرت کشف ما فی الضمیر سلمان از
اخلاص و نفاق در آن مشورت ظاهر گردد سلمان بعرض رسانید که ابتدای
دعوت برابی الفصیل عبد العزی پسر ابو قحافه باید نمود که درمیان عرب
بعلم تعبیر خواب و تاویل منام معروفست و عرب علم تعبیر را نوعی از علم غیب
می دانند و اعتقاد تمام بآن دارند و از تواریخ و انساب و احساب ایشان
باخبرست و نیز معلم صبیان ایشان ست و در معاملات خود با او رجوع و مشورت
می نمایند و وساوس او را در قلوب ایشان اثری تمام هست و هرگاه
اینچنین مردی بر دست شما مسلمان شد و برسالت شما ایمان آورد آوازه
نبوت شما درمیانه عرب شایع خواهد شد و مردم از ان اعتباری گرفته
دلهای ایشان نرم شده از عصبیت و جاهلیت فرود آمده مستعد هدایت
خواهند شد و بعد ازان تصرف در مزاج ایشان کرده رواج دین مسلمانی
خواهد داد زیرا که چون از کتب سابقه نبوت شما را دانسته و محب ریاست و

صاحب اخلاق معلمان ومکتب دارانست ومفتون بزرگی وزیادہ طلبی ست ابواسطہ
طمع در جاہ شما ساعی جمیلہ بطور خود خواہد آورد وہ در عرب اطاعت چنین کسے ا
دلیل حقیت دین شما خواہند دانست واگر ابتدا دعوت از دیگران کنید او عناد
خواہد کرد چون مطارقہ[۱] این رائے با حضرت امیر وابو طالب نمودند ایشان نیز
رائے سلمان راپسندیدند وحضرت رسالت با ابوبکر ملاقات نمود وبتدریج تالیف
قلب او کردہ تا آنکہ او را بجانب خود مائل ساخت وخاطر او را بحصول جاہ وتوسعہ
دستگاہ امیدوار گردانید تا آنکہ تابن طمع مسلمان شد وحضرت رسول کنیت و
نام او را کہ ابو الفصیل وعبد العزیٰ بود با ابوبکر وعبد اللہ تبدیل فرمود وہمیشہ
درمیان اصحاب میگفتند ما سبقکم ابوبکر بصوم ولا صلوۃ ولکن بشیئ
وقر فی صدرہ۔"

اس حدیث کا ترجمہ یہ ہوا کہ ابوبکر صوم وصلوۃ مین تمپر سبقت نہین لیگیا مگر اُس صفت مین سبقت لیگیا ہی جو اُسکے سینہ مین قایم ہوگئی ہے۔ یہ خطاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تمام صحابہ سے ہی جنمین جناب امیر۔ اور سلمان۔ اور ابوذر۔ اور مقداد۔ اور عمار رضی اللہ عنہم بھی شامل ہین۔

اہل انصاف اور ارباب عقل سلیم جانتے ہین کہ اس حدیث سے مدح ابوبکر مقصود ہے اور اس عبارت سے صاف ٹپک رہا ہی کہ ابوبکر کے سینہ مین جو صفت تھی وہ حب معرفت الٰہی تھی مگر علامہ شوستری کا تعصب دیکھیے کہ وہ یہ فرماتے ہین کہ حب ریاست

[۱] مطارقہ سے موافقت مراد ہے ۱۲

مراد ہی۔ ہم کہتے ہین کہ جب ریاست کا امیدوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا تھا تو ایسی ریاست کی طلب بھی صفتِ محمود تھی۔ یہ وعدہ رسول کا وعدۂ حصول خلافت تھا جو درحقیقت آیت استخلاف کی تفسیر ہی۔

تعجب ہی کہ جناب امیر تو حُبِّ ریاست مین احکام جور قایم رکھین اور جاری کرین اور خلیفہ اول کے لئے حُبِّ ریاست عیب ہو جاتے۔ سلمان نے ابوبکر مین دو صفتین بیان کین جن سے ثابت ہوتا تھا کہ ابوبکر نذیر اور نائب بنانے کے لایق ہین اور اس راتے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور جناب امیر اور ابوطالب کا بھی اتفاق ہوگیا اور اسی قصد سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ مین سے سب سے پہلے دعوت اسلام ابوبکر پر پیش کی اور اونکو خلافت کا امیدوار بنایا اور آخر کو ابوبکر مین وہ کمال پایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کو مطلع کردیا کہ صفات ظاہری مین اگرچہ ابوبکر تمھاری برابر ہی مگر صفات باطنی مین تم سب پر غالب ہی۔

اگر ان سب قرائن پر غور کیا جاتے تو اس مین کوئی شک باقی نہین رہتا کہ اگرچہ حضرت سلمان بظاہر جناب امیر کے ساتھ تھے مگر دل اُنکا خلفا کے ساتھ تھا۔

شاید جناب امیر نے حضرت ابوذر رض کو سلمان رض کی صحبت مین اس لئے متعین کردیا تھا کہ وہ سلمان کے دل کو خلفا کی طرف سے پھیر کر جناب امیر کی رفاقت کا مشورہ دیتے رہین لیکن ابوذر رض کو سلمان رض کے دل کا حال معلوم نہ تھا اگر معلوم ہو جاتا تو سلمان کو قتل کر ڈالتے۔ سلمان چونکہ ابوذر کی صحبت سے ناراض تھے اس لئے نہایت کج خلقی

سے پیش آتے تھے تاکہ ابوذر اونکے پاس آنا چھوڑدین۔ ابوذر کے ساتھ جو سلمان کی بدسلوکیان تھین اونکے بہت سے قصّے منقول ہین۔ سلمان کی عادت تھی کہ اکثر ابوذر کی ضیافت کرتے جب وہ کھانے کے لئے آتے تو نہایت ناگوار کھانا پیش کرتے جب اوضین اس کھانے مین کچھہ تامل ہوتا تو سلمان اونپر بہت خفا ہوتے اور ناشکرا بتاکر ذلیل کرتے۔ ایک مرتبہ دعوت کی اور دو روکھی روٹیان کچّی اونکے سامنے رکھدین ابوذر اس سامانِ دعوت کو دیکھکر نہایت حیران ہوئے۔

فقط دو روکھی روٹیان وہ بھی کچّی ایسی ناگوار اور قلیل طعام سے کھانے کو بھی جی نہین چاہتا اگر اپنی طبیعت پر جبر کرکے کھاتے ہین تو کچّی روٹی ہضم نہ ہوگی اگر نہین کھاتے توحضرت سلمان قہر نازل کرنے کو تیار۔ ہر طرح مشکل کا سامنا تھا۔ اسی حیرانی مین حضرت ابوذر نے اُن روٹیون کو اُلٹنا پلٹنا شروع کیا۔ حضرت سلمان کو تو اس ضیافت سے ابوذر کا ذلیل کرنا مقصود تھا اس لئے ابوذر سے پوچھا کہ یہ کیا حرکت ہے۔ روٹیون کو اُلٹتے پلٹتے کیون ہو کھاتے کیون نہین۔ ابوذر حیران ہوئے کہ اسکا کیا جواب دین ڈرتے ڈرتے اتنا کہا کہ مجھکو یہ خوف ہے کہ کہین یہ روٹیان کچّی نہ ہون اتنا کہنا تھا کہ حضرت سلمان کو تاب کہان تھی غضب کا جوش ایسا اوٹھا جو کسی طرح ضبط کے قابل نہ تھا اس مضمون کو ملا باقر مجلسی نے حیات القلوب[۵۱] مین اسطرح لکھا ہے۔

"وابن بابویہ بسند معتبر از حضرت امام محمد تقی روایت کردہ ست کہ روزی حضرت سلمان ابوذر را بہ ضیافت طلبید پس دو گردہ نان نزد او حاضر

---

[۵۱] جلد دوم حیات القلوب صفحہ ۶۱۵۔

ساخت ابوذر گردہ ہائے نان را برداشت و می گردانید و در آن نظر می کرد سلمان گفت کہ از برائے چہ کار این نان ہا را میگردانی گفت می ترسم کہ خوب پختہ نشدہ باشد پس سلمان بسیار در غضب شد و فرمود کہ چہ بسیار جرأت داری کہ این نان ہا را می گردانی و نظر میکنی بخدا سوگند کہ درین نان کار کردہ است آبے کہ در زیر عرش الٰہی ست و ملائکہ در آن کار کردہ است تا آنکہ آن را در ہوا افگندہ اند و باد در آن عمل کردہ است تا آنکہ آنرا با بر افگندہ است و ابر در آن کار کردہ ست تا آنکہ آنرا بر زمین افشاندہ ست و بعدد ملائکہ در آن ہمہ کار کردہ اند تا آنکہ قطرات آنرا در جاہائے خود گذاشتہ اند و عمل کردہ اند در آن زمین و چوب و آہن و چہار پایان و آتش و ہیزم و نمک و آنچہ را من احصائی توانم کرد زیادہ از آن ست کہ گفتم از کارکنان درین نان پس چگونہ می توانی بشکر این نعمت قیام نمائی پس ابوذر گفت کہ توبہ می کنم بسوئے خدا و طلب آمرزش میکنم از آنچہ کردم و بسوے تو عذر می طلبم از آنچہ تو نخواستی۔"

ابوذر بیچارے کو توروٹی کے کچے ہونے کا خوف تھا اسکے جواب مین سوال از ریسمان و جواب از آسمان ہوگیا۔ زمین و آسمان کے قلاوے ملادئے۔ عرش سے پانی کے اُترنے اور بادل مین پہنچنے اور مینھ برسنے کے عجائبات قدرت اور تمام کھیتی کا سامان بیان ہوگیا۔ گویا ابوذر باوجود صحابی جلیل القدر ہونے کے ان امور سے ناواقف تھے

کبھی امرِ حق کو زبان پر نہ لانا	جو حق پوچھے کوئی تو ناحق بتانا
چھپاؤ گے حق کو تو عزت ملیگی	جو ظاہر کروگے تو ذلت ملیگی

علمای شیعہ یہ بھی جانتے ہین کہ نجات کے لئے صرف محبت کافی ہو یہی ایمان ہو یہی عمل ہے نماز روزہ کی بھی ضرورت نہین اسی لئے وہ اپنے عوام کو بجز فضائل نوحہ وشیون اور طعن صحابہ کے اور کچھ بھی نہین سکھاتے کافی[1] کی کتاب الروضہ مین یزید[2] بن معاویہ سے روایت ہے۔

قال ابو جعفر علیہ السلام ھل الدین الا الحب ان رجلا اتے النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یارسول اللہ احب المصلین ولا اصلی واحب الصوامین ولا اصوم فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ انت مع من احببت

فرمایا امام باقر علیہ السلام نے نہین ہو دین مگر محبت ایک شخص نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور اُس نے کہا کہ یارسول اللہ مین نمازیون کو دوست رکھتا ہون مگر خود نماز نہین پڑھتا اور روزہ دارون کو دوست رکھتا ہون مگر خود روزہ نہین رکھتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تو اُنھین کے ساتھ ہوگا جن کو دوست رکھتا ہے۔

ان سب سے قطع نظر ایک بڑی وجہ عوام شیعہ کو تعلیم نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ علمای شیعہ جانتے ہین کہ اگر تمام روایات کے مضامین پر عوام کو خبر ہوئی تو عوام پر یہ بھی کھل جاوے گا کہ ہمارے قدما صفت امانت اور صدق اور وفا سے محروم تھے

[1] فروع کافی جلد ۳ کتاب الروضہ مطبوعہ لکھنؤ ص۳۳ [2] یہ یزید بن معاویہ قاتل حسین نہین بلکہ حضرت جابر بن علید ا شہید کربلا کا پوتا ہے ۱۲

اور یہ صفات سلف مین بھی نصیب اعدائهین یعنی زمانہ ائمہ مین زہد وتقوی اہل سنت مین پایا جاتا تھا اور اصحاب امام نے بہت غور وتحقیق کے بعد ائمہ کو اطلاع دی تھی کہ زہد وتقوی ہم مین نہین اہل سنت مین ہی مگر با این ہمہ ائمہ نے اپنے گروہ کو پسند کیا اصول[1] کافی مین عبداللہ بن یعفور سے روایت ہی کہ مین نے امام جعفر صادق علیہ السلام سے

قال قلت لابی عبد اللہ علیہ السلام انی اخالط الناس فیکثر عجبی من اقوام لا یتولونکم ویتولون فلانا وفلانا لهم امانة وصدق ووفاء واقوام یتولونکم لیس لهم تلک الامانة ولا الوفاء ولا الصدق قال فاستوی ابو عبد اللہ علیہ السلام جالسا فاقبل علی کالغضبان ثم قال لا دین لمن دان اللہ بولایة امام لیس من اللہ ولا عتب علی من دان بولایة امام من اللہ

کہا کہ مین لوگون سے ملتا ہون تو مجھکو بڑا تعجب اُن لوگون پر ہوتا ہی جو تمھاری ولایت کو نہین مانتے اور فلانے اور فلانے کی ولایت کو مانتے ہین اونمین امانت ہے صدق ہی وفا ہی اور جو لوگ تمہاری ولایت کو مانتے ہین اونمین نہ امانت ہی نہ وفا ہی نہ صدق ہی یہ سنتے ہی امام طیش مین آکر سیدھے بیٹھ گئے اور غضبناک ہوکر میری طرف متوجہ ہوئے پھر فرمایا کہ جس نے ایسے امام کی ولایت اختیار کی جو اللہ کی طرف سے مقرر نہین ہوا اوسکا دین ہی نہین اور جس نے اُس امام کی ولایت مانی جو اللہ کی طرف سے ہی اوسپر کوئی عتاب نہ ہوگا۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہوگیا کہ فرقہ اہل سنت صفت صدق ووفا اور امانت سے موصوف تھا اور دوسرے فریق مین باوجود حضور اور صحبت امام نہ امانت تھی نہ وفا

[1] اصول کافی ص ۲۳۳ ۔

نہ صدق بہ والفضل[۱] ما شہدت بہ الاعداء ۵

بیوفائی کسی معشوق کی معیوب نہین	جسمین کچھ صدق و وفا بھی ہو وہ محبوب نہین

اگر عوام شیعہ پر یہ راز کھل جاوے تو بہت مشکلین واقع ہون۔ اول اصحاب ائمہ سے بداعتقادی پیدا ہو۔ دوسرے اگر انہین سے کوئی صدق و امانت سے موصوف ہوگیا تو اصحاب امام پر غیر اصحاب کو ترجیح لازم آنے کے علاوہ اہل سنت کی مشابہت بھی لازم آوے گی

۴ **علمای** شیعہ کو یہ بھی خوف درپیش ہے کہ اگر عوام شیعہ کو یہ بھید معلوم ہوگیا کہ جن ائمہ کی اطاعت نہایت تاکید کے ساتھ واجب کی گئی ہے وہ خود بھی ایک بات پر قایم نہ تھے ایک سوال کا جواب کسی کو کچھ دیتے کسی کو کچھ تو عوام کو سخت حیرانی ہوگی کہ ائمہ کی کس بات کا اعتبار کرین اور قسم قسم کے شکوک پیدا ہونگے چنانچہ اصول[۲] کافی مین ہے کہ زرارہ بن اعین نے امام باقر علیہ السلام سے روایت کی ہے۔

عن زرارة بن اعین عن ابی جعفر قال سألته عن مسئلة فاجابنی ثم جاءه رجل فسأله عنها فاجابه بخلاف ما اجابنی واجاب صاحبی فلما خرج الرجلان

زرارہ کہتا ہے کہ مین نے امام باقر علیہ السلام سے ایک مسئلہ پوچھا مجھکو انھون نے ایک جواب دیا پھر ایک اور شخص آیا اُس نے بھی وہی مسئلہ پوچھا اوسکو اور جواب دیا جو میرے جواب کے خلاف تھا پھر ایک تیسرے شخص نے آکر وہی مسئلہ پوچھا اُسکو ہم دونون کے خلاف جواب دیا جب وہ دونون چلے گئے

---

[۱] بڑی فضیلت وہ ہے جسپر دشمن بھی گواہی دے ۱۲ [۲] اصول کافی مطبوعہ لکھنؤ ص ۳۷

قلت یا ابن رسول الله رجلان من اهل العراق من شیعتکم قدما یسئلان فاجبت کل واحد منهما بغیر ما اجبت صاحبه فقال یا زرارة ان هذا خیر لنا وابقی لنا ولکم ولو اجتمعتم علی امر واحد یصدقکم الناس علینا ولکان اقل لبقائنا وبقائکم

تو مین نے کہا کہ اے فرزند رسول اللہ دونون شخص عراق کے رہنے والے تمہارے شیعون مین سے ہین یہ دونون تم سے مسئلہ پوچھنے آئے تم نے ایک کو کچھ جواب دیا دوسرے کو اوسکے خلاف جواب دیا تو امام نے فرمایا کہ اے زرارہ یہی بہتر ہے ہمارے لئے اور باقی رکھنے والا ہے ہمکو اور تمکو اور اگر تم سب ایک مذہب مین جمع ہو جاؤ تو سب آدمی تصدیق کرلین گے کہ تم ہمارے گروہ مین ہو تو اس مین ہماری اور تمہاری دونون کی بقا کم ہو جائے گی۔

ثم قال قلت لابی عبد الله شیعتکم لو حملتموهم علی الاسنة او علی النار لمضوا وهم یخرجون من عندک مختلفین قال فاجابنی بمثل جواب ابیه

پھر زرارہ نے کہا کہ مین نے امام جعفر صادق سے ایک مرتبہ پوچھا کہ تمہارے ایسے شیعہ کہ اگر تم اون کو برچھیون مین یا آگ مین بھیجو تو چلے جاوین وہ تمہارے پاس سے مختلف ہوکر نکلتے ہین یعنی ایک کو تم کچھ تعلیم کرتے ہو اور دوسرے کو اوسکے خلاف زرارہ کہتا ہے کہ امام جعفر صادق علیہ السلام نے مجھکو اسکا وہی جواب دیا جو اونکے باپ امام باقر علیہ السلام نے دیا تھا۔

اک سوال اور سیکڑون اونکے جواب		ہمسے کچھ غیرون سے کچھ دربان سے کچھ	

اشتہار

نصیحۃ الشیعہ

مناظرہ شیعہ بطرز جدید حد سے زیادہ دلچسپ روایات شیعہ کتب احادیث شیعہ خصوصاً کافی مصنفہ کلینی مطبوعہ لکہنو سے زیادہ نقل کی گئی ہین اور اسکے صفحہ کا بہی حوالہ دیا گیا ہے تاکہ حضرات شیعہ انکار نہ کرسکین نہایت عجیب روایتین ملی ہین اور تعجب یہ ہے کہ یہ روایتین مناظرہ قدیم مین کہین نہ شامل ہوئین شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ اہل سنت کو کتب شیعہ کم میسر ہین۔ عربی عبارتون کے ساتھ ترجمہ اردو بہی لکھا گیا ہے۔ یہ مناظرہ ستمبر ۱۹۰۳ء سے ایک جزء ماہوار مطابق معمول تفسیر اکسیر اعظم مطبع احتشامیہ مراداباد سے شایع ہوتا ہے انشاء اللہ تعالے برسون جاری رہیگا۔ معہ تفسیر تین آنہ مع محصول اسکی پیشگی قیمت ہے ۲ صفحہ ماہوار پہونچا کرینگے مطالب عام فہم ہین زبان سلیس اردو ہے۔

اردو عام فہم عبارت مین قرآن کی تفسیر موسوم بہ اکسیر اعظم

اس اردو تفسیر مین وضاحت اور عام فہمی کے سوا یہ بہی التزام ہے کہ کوئی بے اصل مضمون اور غلط روایت درج نہو اکثر صحابہ کرام و تابعین اور علماء متقدمین اور متاخرین کا مختصر حال بہی اوسکی حواشی پر درج ہے مخالفین کے شکوک کا جواب بہی دیا جاتا ہے ۲ صفحہ ماہوار شایع ہوتے ہین ہر سال کی ایک جلد مرتب ہوتی ہے اسوقت تک سات جلدین تیار ہین آٹھوین جلد حسب معمول ماہوار شایع ہوتی ہے اور …… اوسمین قرآن با محاورہ نفیس ترجمہ قیمت فی جلد ایک روپیہ تین آنہ عہ اور آٹھون جلدون کی قیمت مع محصول ڈاک نو روپیہ تیرہ آنہ لعہ ہے۔ نمونہ کے لئے ہم سے ڈھائی چار آنہ بہیجنے پر تفسیر سورہ فاتحہ بہیجی جائیگی۔

اخبار نظام الملک جسمین عمدہ عمدہ مضامین اور تمام ملکون کی دلچسپ خبرین جمع ہوتی ہین ہمارے مطبع سے ہفتہ وار شایع ہوتا ہے اگرچہ اوسکی عام قیمت بارہ روپیہ بارہ آنہ سالانہ ہے مگر ہمنے خاص تفسیر اور نصیحۃ الشیعہ کے خریدارون کے واسطے اوسکی قیمت ڈیڑھ روپیہ عہ سالانہ سالانہ قرار دی ہے جو صاحب تین روپیہ سال پیشگی مرحمت فرمادینگے اونکو ہفتہ وار اخبار اور تفسیر اکسیر اعظم معمولی کاغذ پر دیجائیگی اور جو صاحب تین روپیہ آٹھ آنہ ہے سال مرحمت فرمائینگے اونکو عمدہ کاغذ پر تفسیر اور اخبار ہفتہ وار دیا جاویگا۔ اور جو صاحب ہے تین روپیہ گیارہ آنہ مرحمت فرمادینگے

اونکو نصیحۃ الشیعہ ماہوار اور اخبار ہفتہ وار دیا جاویگا ۔ اور جو صاحب نصیحۃ الشیعہ اور تفسیر اکسیر اعظم ماہوار اور اخبار نظام الملک ہفتہ وار کے خریدار ہونگے اونکو صرف سالانہ پر تینوں چیزیں دیجاویگی ۔ قیمت پیشگی مرحمت ہو ورنہ بذریعہ ویلوپی ایبل طلب فرماتے بلا قیمت صرف درخواست پیش نہوگی پیشگی قیمت مرحمت فرمانا قطعی شرط ہے ۔ جو صاحب سال کے درمیان میں خریدار ہونگے اونکو تفسیر کی آٹھوین جلد اول سے اور اخبار وقت خریداری سے دیا جاویگا لیکن اسی قیمت میں تفسیر کے ساتھ اخبار کا بھی سال تمام سمجھا جاویگا ۔ جو صاحب نمونہ اخبار منگائیں آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیجیں ۔ اور جو صاحب نصیحۃ الشیعہ کا نمونہ طلب فرمائیں وہ ۲ بھیجیں

کتاب بحر المعانی حضرت محمد بن نصیر الدین جعفر مکی کے مکتوبات فارسی عبارتیں میں حضرت موصوف اکابر اولیاء عظام سے ملقب بہ قطب عالم خلیفہ حضرت سلطان نصیر الدین چراغ دہلی کے ہیں اس کتاب کا اور اوسکے مصنف کا تذکرہ کتاب اخبار الاخیار میں بتفصیل مذکور ہے اسرار معرفت اور نکات قرآن مجید و حدیث شریف کو پر تاثیر مضامین میں ارشاد فرمایا ہے قیمت مع محصول فی جلد ایک روپیہ چھ آنہ ہے ۔

عقائد اثنا عشریہ ایک مختصر رسالہ ہے اسمیں ضروری عقائد اسلام مبتدیوں کی تعلیم کے واسطے عام فہم عبارت میں بطور سوال و جواب کے بیان کئے ہیں اور مفردات کی تعلیم کے بعد بچوں کو پڑھانا مناسب ہے قیمت فی جلد ایک آنہ اور آدھ آنہ محصول ڈاک علاوہ ہے ۔

مسائل الصلوٰۃ اس کتاب میں نماز کے مسائل فقہ حنفی کے مطابق باب طہارت سے باب جنائز تک بطور سوال کے عام فہم عبارت میں مندرج ہیں حتی الامکان ضروری مسائل لکھے گئے ہیں مبتدیوں کی تعلیم کے لائق ہے شائقین اس مطبع سے طلب فرمائیں قیمت فی جلد مع محصول ڈاک ۵ر ہے ۔

المشتہر

قاضی محمد فہیم الدین مالک مطبع اثنا عشریہ مراد آباد

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔

کتب خانہ

جامعۂ عثمانیہ

۱۔ اراکین مجلس [illegible] مجلس [illegible] مجلس انتظامی [illegible] بجائے تعلیمات و نصاب پانچ کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۲۔ اساتذہ جامعۂ عثمانیہ و کلیہ جات ملحقہ و گریجویٹ عہدہ داران [illegible] و اراکین دار الترجمہ دس کتابیں ایک ماہ کے لئے اپنے پاس رکھ سکیں گے۔

۳۔ طلبائے ایم اے، ایل ایل بی [illegible] تین کتابیں [illegible] اپنے پاس رکھ سکیں گے [illegible] اور انٹرمیڈیٹ کی جماعتوں کے طلبہ پانچ کتابیں دو ہفتہ کے لئے [illegible]

۴۔ مدت مقررہ پر کتابیں واپس نہ ہوں تو [illegible] ایک آنہ یومیہ فی کتاب جرمانہ لیا جائے گا۔

۵۔ بہ شرط موقع کتابیں گھر لے جانے کی اجازت دی جائے گی مگر اس کی [illegible] کتب خانہ میں کتاب کا لانا لازم ہے۔

۶۔ کتابیں گم یا خراب ہو جائیں تو مستعیر پر ذمہ داری عائد ہوگی۔

۷۔ کتابوں پر کسی قسم کا نشان یا حاشیہ وغیرہ نہ لگایا جائے۔

۸۔ قلمی نسخے اور حوالے کی کتابیں جاری نہ کی جائیں گی۔ فقط